THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Friday, March 09, 2012
(79th Session)
Volume III, No. 04
(Nos. 01-04)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran……………………….…	1
2.	Motion for Dispensation of Question Hour………..…	2
3.	Legislative Business:	
	• The National Commission for Human Rights Bill, 2012……………………………….……	2-4
4.	Farewell Address of Outgoing Senators………......….	5-33
5.	Resolution to Condemn Terrorist Activities in Khyber	34
	Pakhtunkhwa………………………………………….	34-48

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume-III
No. 04

SP. III(04)/2012
130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Friday, March 09, 2012

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ
النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَكُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ
اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ
الْبَیِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿١٠٥﴾

ترجمہ: اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔ اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ

ہونا جو متفرق ہوگئے اور احکام بین آنے کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف و) اختلاف کرنے لگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔

سورۃ آل عمران (آیات 103 تا 105)

جناب چیئرمین: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جی بخاری صاحب۔

Motion for Dispensation of Question Hour

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari (Leader of the House): Sir I intend to move a motion that under rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, the requirement of rule 38 of the said rules regarding question hour e dispensed with.

Mr. Chairman: It has been moved that under rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, the requirement of rule 38 of the said rules regarding question hour be dispensed with.

(The motion was carried)

Legislative Business

The National Commission for Human Rights Bill, 2012

Mr. Chairman: Legislative Business. Would you like to move, please move Item No. 2.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: I beg to move that the Bill to provide for the establishment of a National Human Rights Commission [The National Commission for Human Rights Bill, 2012], as reported by the Standing Committee, be taken into consideration at once.

جناب چیئرمین: Is it opposed? جمعہ ہے اگر speeches ہوں گی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ Standing Committee سے ہو کر آیا ہے۔ جی۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جی پروفیسر صاحب بات کرلیں۔ پھر۔

جناب چیئرمین: کیونکہ جمعہ ہے اور زیادہ speeches ہوں گی۔ جی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ہم پورا پورا تعاون کرنا چاہتے ہیں اور ہم نے تعاون کیا بھی ہے۔

جناب چیئرمین: جی بالکل صحیح ہے۔ جی پروفیسر صاحب۔اس کی initial drafting بھی میں نے کی ہے .as Law Minister جی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ میری نگاہ میں آج کا یہ آخری اجلاس اہم اور تاریخ ساز ہے کہ اس میں کئی بڑے اہم قوانین ان چار دنوں میں منظور ہو رہے ہیں لیکن ان کے پیچھے بڑی محنت کی گئی ہے۔ ان میں Rules of Business بھی ہیں، اس میں Election کی delimitation بھی ہے، اس میں Economic Zone کا بل بھی ہے، اس میں آج Human Rights Commission کا مسئلہ بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سینیٹ نے اس میں بڑی ہی positive input دی ہے۔ میں اس کے لیے صرف دو تین چیزیں کہنا چاہتا ہوں جو ریکارڈ پر رہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے کوشش کی ہے کہ یہ ایک حقیقی independent Commission بنے جس کا سارا focus human rights پر ہو، اپنی تمام شکلوں میں۔ دوسری ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ یہ پارلیمنٹ کا ایک ادارہ ہو۔ اس لیے یہ ان چند قوانین میں سے ہے جو حکومت کی grant پر نہیں بلکہ پارلیمنٹ کی allocation سے چلیں گے۔ یہ اس کی independence کے لیے ضروری ہے۔

تیسری بات ہم نے اس میں یہ بھی رکھی ہے کہ گو donations آسکتے ہیں لیکن کوئی foreign donation, private or governmental, Government of Pakistan کی اجازت کے بغیر نہیں آسکتا، اس طرح ہم نے اس کو protect کیا ہے۔ پھر پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہیں بلکہ میرے علم کی حد تک third world countries میں یہ ہمارا innovation ہے کہ ہم نے فوج اور agencies کے لیے بھی human rights کے سلسلے میں دروازہ کھولا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ابھی یہ دروازہ چھوٹا ہے لیکن کھول دیا ہے۔ یہ بھی بہت بڑی بات ہے۔ اس طرح ہم نے اس بات کی بھی کوشش کی ہے کہ human rights courts expeditious disposal

کے لیے بن سکیں۔ اس commission کو ہم نے اس طرح constitute کیا ہے کہ درحقیقت جو ایک طرف تمام صوبوں کو represent کریں، جن لوگوں کا human rights کا ریکارڈ ہے وہ آئیں۔ خواتین کی نمائندگی institutional ہو۔ یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جو کہ سینیٹ کا input ہے، اسمبلی اس کو پاس کر چکی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس کو سنوار کر ایسے مقام تک پہنچایا ہے جہاں میری نظر میں یہ ایک pace setting piece of legislation ہے۔ اس بنا پر میں خاص طور پر Advisor to the Prime Minister کے تعاون کا، Committee کے تمام ممبران کا ممنون ہوں اور خاص طور پر ایس ایم ظفر صاحب کا کہ سب کمیٹی نے اس کے ایک ایک لفظ پر وقت صرف کیا ہے۔ کل ہی ہم نے اس کو approve کیا اور مجھے خوشی ہے کہ آج یہ آ رہا ہے اور اس session میں ہم اسے منظور کر سکیں گے۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you, it has been moved that the Bill to provide for the establishment of a National Human Rights Commission [The National Commission for Human Rights Bill, 2012], as reported by the Standing Committee, be taken into consideration at once.

(The motion was carried unanimously)

Mr. Chairman: We may now take up second reading of the Bill that is clause by clause consideration of the Bill.

There is no amendment in Clause−2 to 34. Therefore, I put these clauses together as one question. The question is that Clause−2 to 34 do form part of the Bill.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: We may take Clause−1, the Preamble and the Title of the Bill. The question is that Clause−1, the Preamble and the Title do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: Bokhari Sahib, please move Item No.3.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: I beg to move that the Bill to provide for the establishment of a National Human Rights Commission [The National Commission for Human Rights Bill, 2012] be passed.

Mr. Chairman: It has been moved that the Bill to provide for the establishment of a National Human Rights Commission [The National Commission for Human Rights Bill, 2012] be passed.

(The motion was carried and the Bill is passed unanimously)

(Desk Thumping)

Mr. Chairman: Professor Sahib, please start the speech.

پروفیسر صاحب کے بعد ڈاکٹر عباسی صاحب۔

Farewell Address of Outgoing Senators

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔ جناب چیئرمین! میرے لیے آج کا دن غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اس معزز ایوان میں بارہ مارچ 1985ء کو میں نے قدم رکھا اور چیئرمین صاحب کے انتخاب کے بعد پہلی تقریر میں نے کی اور آج میں الوداعی خطاب کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، جماعت اسلامی کی تائید اور آپ حضرات کے تعاون سے میں نے اس ایوان میں اکیس سال گزارے۔ یہ دور ایسا ہے کہ جس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں پاتا کیونکہ یہ میری زندگی کے بڑے فیصلہ کن سال رہے ہیں۔ وسیم سجاد صاحب کے ساتھ مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ شاید میں اس ایوان کے longest serving members میں سے ایک ہوں۔ اس کی یادیں ہمیشہ رہیں گی اور میں ہمیشہ اس ایوان کے مضبوط تر، مؤثر تر ہونے اور پاکستان کی تعمیر میں ایک کلیدی کردار ادا کرنے کے لیے دعا گو رہوں گا۔

جناب والا! میں اپنے فرض میں کوتاہی کروں گا اگر سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا نہ کروں۔ ہر چیئرمین صاحب نے اپنے اپنے انداز میں اس ایوان کو چلانے کی کوشش کی ہے لیکن میری نگاہ میں آپ کا بڑا contribution ہے کہ ایک طرف آپ نے لیاقت، دستور، قانون اور ضوابط کی پابندی

کا اہتمام کیا اور دوسری طرف جو سب سے مشکل کام تھا کہ ایک سیاسی پارٹی سے وابستگی کے باوجود آپ نے اس منصب کے تقدس کو اور اس میں جس توازن، اعتدال اور accommodation کی ضرورت ہے، اس کا آپ نے مظاہرہ کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اچھی مثال آپ نے قائم کی ہے۔ میں آنے والے چیئرمین صاحب کے لیے بھی یہ بات بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ وہ اس روایت کو قائم رکھیں۔ یہ جمہوریت کی جان اور اس ایوان کی عزت، تقدس اور حفاظت کے لیے بے حد ضروری ہے۔ میں کھلے دل سے آپ کو ہدیہء تبریک پیش کرتا ہوں اور آپ کے لیے اپنی نیک دعائیں پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی میرا فرض ہے کہ ڈپٹی چیئرمین صاحب، جنہوں نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اور شگفتہ انداز میں اس پورے ایوان کو آپ کی عدم موجودگی میں چلایا اور otherwise بھی اپنا کردار ادا کیا کو بھی اپنی نیک دعائیں پیش کروں۔

سینیٹ کا عملہ بھی میری نظر میں بڑی مبارکباد کا مستحق ہے، خصوصیت سے راجہ محمد امین صاحب اور اس وقت ہمارے سیکرٹری افتخاراللہ بابر صاحب، محبوب صاحب، انور صاحب اور وہ دوسرے تمام افراد جو اس میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں اور خاص طور پر میں ان افراد کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں جو سٹیج پر تو نہیں بیٹھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی خدمات گمنامی میں ہیں لیکن ان کی وجہ سے ہم سب اپنا اپنا کام مؤثر انداز میں ادا کر سکے۔ اس میں خصوصیت سے رپورٹرز حضرات جنہوں نے ہماری تقاریر کو محفوظ کیا ہے، میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اور ابھی مزید improvement کی ضرورت ہے لیکن بہرحال میں ان کے کام کو appreciate کرتا ہوں۔ ہمارے نائب قاصد اور محافظ حضرات کا بھی میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور پریس، الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کا بھی جنہوں نے ہماری بات کو قوم تک پہنچانے کا کردار ادا کیا۔

جناب والا! مجھے اجازت دیں کہ میں خاص طور پر ایک دو چیزوں کی طرف آپ کو متوجہ کروں۔ یہ اس سینیٹ کا بڑا contribution ہے کہ 1985 کے بعد اس نے شعبۂ تحقیق (Research Department) قائم کرنے کی کوشش کی۔ گو ابھی بھی جو اراکین کو research assistance ملنی چاہیے، جو legislative assistance ملنی چاہیے وہ available نہیں ہے لیکن اس کا آغاز آپ نے کیا اور میں یہ بات کہنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت گو سینیٹ قومی اسمبلی کے one third members کے قریب ہے لیکن ہمارے research staff میں گیارہ افراد ہیں

جبکہ ہمارے بعد نیشنل اسمبلی نے اس کا آغاز کیا اور غالباً وہاں نو افراد ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ آپ کا بڑا contribution ہے۔

اسی طرح میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ Staff Welfare Fund پہلا تصور ہے، ایک innovative idea ہے جو ہم نے اس سینیٹ میں قائم کیا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کو initiate کرنے کی توفیق مجھے حاصل ہوئی لیکن اس کے نتیجے کے طور پر گریڈ ایک سے سولہ تک کے لوگوں میں سے ایک بڑی تعداد کو ہر سال تیس، چالیس لاکھ روپے کی مدد مل رہی ہے۔ میں اس وقت خاص طور پر سینیٹ کے آنے والے اراکین سے درخواست کروں گا کہ آپ اس ادارے کو مضبوط کیجیے، اس فنڈ میں دل کھول کر contribute کیجیے۔ یہ بڑی روشن روایت ہے جو ہم نے قائم کی ہے۔ اسے جاری رکھنا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بات بھی اپنے سامنے رکھنی چاہیے کہ سینیٹ نے خود اپنی ترقی کے سفر کو چاہے سست رفتاری سے ہو لیکن اس کو جاری رکھا ہوا ہے۔ جب 1973 میں سینیٹ قائم ہوا تو اس کے صرف 63 ممبر ہوتے تھے۔ اس کے بعد اس میں ٹیکنو کریٹ کا اضافہ ہوا، خواتین کا اضافہ ہوا، غیر مسلموں کا اضافہ ہوا، تعداد بڑھی اور آج ہماری تعداد ایک سو چار ہے۔

اگر آپ اختیارات کو دیکھیں تو جس وقت یہ قائم ہوا اس وقت بالکل لولا لنگڑا سینیٹ تھا اور اس کے اختیارات نہ ہونے کے برابر تھے۔ آٹھویں ترمیم اور اٹھارھویں ترمیم کے ذریعے ہم نے بڑی systematic کوشش کی ہے کہ سینیٹ کے کردار کو مرتب بھی کیا جائے اور آگے بڑھایا جائے لیکن ابھی ہمیں بہت سے بڑے مراحل طے کرنے ہیں۔ اس لیے میں آج یہ بات کہنا چاہتا ہوں اور خاص طور پر نئی ٹیم جو انشاء اللہ آرہی ہے، میں اس سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی سینیٹ کو وہ مقام نہیں ملا ہے جو ایک فیڈریشن کے خوش اسلوبی سے کام کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے اس ضمن میں دو تین چیزیں بڑی ضروری ہیں۔ ایک چیز یہ ہے کہ سینیٹ کو وہی پوزیشن حاصل ہونی چاہیے جو قومی اسمبلی کی ہے اور یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک سینیٹ کے اراکین directly elect نہ ہوں۔ جناب چیئرمین! میں نے جتنا بھی غور کیا، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ direct election کے بغیر سینیٹ فیڈریشن کی حفاظت کا وہ کردار ادا نہیں کر سکتا جس کے بغیر فیڈریشن مکمل نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ ہمارے ملک کی جو complexities ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم سینیٹ کے direct انتخاب کو proportional representation کے اصول پر مرتب کریں تو یہ ایک practical چیز ہو گی۔ اس میں تمام political view points

otherwise reflect ہو سکیں گے اور اس کو کرنا زیادہ آسان ہو گا۔ یہ ایک اہم قدم ہے اور اس کا ہونا بہت ضروری ہے۔

اس کے ساتھ ہی میں جناب والا! یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سینیٹ کے موجودہ طریقہ انتخاب کی بنا پر پیسا چلنے، سیاسی جوڑ توڑ اور interference کی جو چیزیں سامنے آ رہی ہیں وہ حقیقت میں ایک بدنما دھبہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ overwhelming majority کا دامن پاک ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لوگوں کو وہ اعتبار نہیں رہا اور صرف دیگ کے چند چاول بھی ٹھیک نہ ہوں تو اس سے سب پر اثر پڑتا ہے، اس لیے میں چاہوں گا کہ جہاں ہمیں اپنی moral position کو مستحکم کرنا ہے وہیں اپنے constitutional role کے لیے بھی برابر جد و جہد کرنی ہے اور اس میں دو اداروں کے درمیان کوئی مسابقت نہیں ہے بلکہ یہ federation کو، اس ملک کو مضبوط کرنے، موثر کرنے اور جمہوریت کو فروغ دینے کے لیے معاون ہو گا۔

جناب والا! بار بار یہاں کہا گیا کہ یہ صرف قانون ساز ادارہ ہے، بلاشبہ قانون ساز ادارہ ہے اور قانون سازی کے سلسلے میں ایک بڑا کلیدی کردار دونوں Houses نے ادا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ تین اور functions بھی ہیں جو کم اہم نہیں ہیں، ہم نے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں کچھ خدمات انجام دینے کی کوشش کی ہے۔ ان تینوں functions کو آئندہ کے لیے بھی ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور سینیٹ کی performance کو جب بھی آپ evaluate کریں تو اس میں ان سب کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

جناب! دوسرا function یہ ہے کہ سینیٹ اور قومی اسمبلی قومی جذبات، احساسات کے اظہار کا ایک ادارہ ہے، یہ قوم کی زبان ہے، اس لیے آپ دیکھیے کہ خاص طور پر resolutions, call attention notices اور سب سے اہم چیز جو ہم نے کی ہے وہ Rules of Business میں یہ تبدیلی ہے کہ جس چیز کو ہم زبردستی point of order کے نام پر حاصل کر لیا کرتے تھے، اب ایک institutional انداز میں ہر روز یہ موقع ملے گا کہ جو issues of the day ہیں ان کو اٹھایا جا سکے۔ میرے خیال میں یہ ایک اہم development ہے اور عوام کے جذبات کے اظہار کے لیے یہ بات ضروری ہے۔ ساتھ ہی آپ کو معلوم ہے کہ adjournment motion وہ institution کہ ہے جس کے ذریعے عوام کی مشکلات، ان کے مسائل کو ایوان میں لایا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پہلو سے سینیٹ نے بڑی اہم خدمت انجام دی ہے۔ اگر آپ adjournment

motions کی تعداد لے لیں اور ان کو آپ دیکھیں تو اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ اس اعتبار سے ہم نے کیا کردار ادا کیا ہے۔

جناب والا! تیسری چیز پالیسی سازی میں کردار ہے، بلا شبہ executive policy execute کرتی ہے لیکن پالیسی بنانا پارلیمنٹ کا کام ہے، directive principles of State policy Constitution میں لکھے گئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کو پالیسی سازی کے لیے بنیاد بنا کر ہم نے پارلیمنٹ کا کردار ادا نہیں کیا اور ہمیں دکھ ہوتا ہے یہ بات ریکارڈ پر لاتے ہوئے کہ directive principles کے مفہوم میں دستور لازم کرتا ہے کہ ہر سال اس کی رپورٹ آئے، پہلے صرف قومی اسمبلی میں اور اب دونوں ایوانوں میں، یہ نہیں آیا کرتی تھی۔ جناب چیئرمین! یہ آپ کا contribution ہے کہ ہمارے آواز اٹھانے پر آپ نے اصرار کیا اور اب وہ reports آرہی ہیں۔ ان کا پالیسی سازی میں بھی بڑا اہم کردار ہے۔

جناب! سینیٹ کا جو چوتھا role میری نگاہ میں بہت ہی زیادہ اہم ہے، وہ executive پر oversight اور ان کی accountability ہے۔ یہ بڑا weak تھا لیکن اس سینیٹ نے کمیٹی سسٹم لا کر executive کے محاسبے کو مضبوط کیا ہے۔ جناب! کمیٹی سسٹم کے بارے میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ ہم نے ایک بڑا historic innovation کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ محض Standing Committees نہیں بلکہ Functional Committees بھی ہیں اور Functional Committees کا تصور یہ ہے کہ وہ issue oriented ہیں اور ان میں Government assurances, less developed areas, human rights ان تمام چیزوں کو ہم نے لیا ہے۔

جناب والا! یہ چار functions ہیں اور ان چاروں functions کو سامنے رکھ کر ہمیں سینیٹ کی evolution کو دیکھنا چاہیے۔ میں آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات کہنا چاہوں گا کہ جہاں اس پہلو سے سینیٹ نے میری نگاہ میں بڑا مثبت کردار ادا کیا ہے وہیں چند مسائل ایسے ہیں جو میں اپنے اس الوداعی خطاب میں چاہتا ہوں کہ ریکارڈ پر بھی آجائیں اور آنے والے سینیٹ کے ارکان بھی اس کی فکر کر سکیں۔

جناب والا! پہلی چیز یہ ہے کہ جتنا وقت سینیٹ نے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں دیا ہے میری نگاہ میں وہ ناکافی ہے۔ بلاشبہ دستور میں اب 90 سے 110 دن ہو گئے ہیں لیکن جو میں نے

کام کیا ہے اور جو PILDAT نے اس معاملے میں research کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اجلاس ہمیشہ آدھے گھنٹے سے ایک گھنٹے تک late شروع ہوئے ہیں۔ ہم نے جو اصل وقت صرف کیا ہے وہ اوسطاً تین گھنٹے یومیہ ہے جب کہ بھارت کے راجیہ سبھا میں اس کی چار گھنٹے average ہے اور برطانیہ میں اس سے بھی زیادہ ہے۔ زیادہ وقت دینا، اچھی حاضری دینا، وقت پر شروع کرنا یہ ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔

دوسری بات جناب والا! جس کا آپ نے بھی بار بار نوٹس لیا اور ہمیں بھی اس کو اٹھانا پڑا وہ وزراء کی عدم دلچسپی اور عدم موجودگی ہے۔ اس لیے بہت ضروری ہے کہ اس معاملے میں آپ اور آنے والے چیئرمین اس بات کا اہتمام کریں کہ وزراء کی موجودگی اس ایوان میں ہو، دستوری اعتبار سے پوری Cabinet سینیٹ کے سامنے accountable ہے اور سہل انگاری کا رویہ کسی طرح قابل برداشت نہیں ہے۔ ہم نے یہ بھی ایک بہت اہم innovation دیا ہے کہ وزیر اعظم سینیٹ میں آئیں اور وقت دیں۔ PILDAT کی study سے معلوم ہوتا ہے کہ 2009–2010 میں وزیر اعظم صاحب پورے سال میں صرف پچیس منٹ کے لیے آئے ہیں۔ 2010–2011 میں یہ پچیس منٹ بھی کم ہو کر 15 minutes پر آگئے ہیں۔ جناب والا! یہ شرمناک بات ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس بات کو ہم اٹھائیں کیونکہ ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔ میں قانون سازی کے باب میں بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تین سال میں سینیٹ میں کل آٹھ قوانین introduce ہوئے ہیں اور 49 ایسے ہیں جو یہاں سے منظور ہوئے ہیں۔ جب میں اس کو راجیہ سبھا سے compare کرتا ہوں تو راجیہ سبھا میں ان تین سالوں کے اندر 132 قوانین legislate ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں legislation اب بھی بہت پیچھے ہے اور ordinances اب بھی جاری ہو رہے ہیں گو اس پر پابندیاں لگا دی گئی ہیں لیکن آئندہ سینیٹ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس پر کام کرے۔ پھر میں آپ کی توجہ سوالات کی طرف دلاؤں گا۔ سوالات executive کی oversight کا ایک موثر ترین ذریعہ ہیں۔ اس کے بارے میں پوزیشن یہ ہے کہ average تقریباً 1900 سے 2000 سوالات ہر سال آئے ہیں لیکن عملاً جو جوابات آئے وہ صرف 35% ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو سوالات آپ نے وصول کیے ان میں سے تقریباً 20% admit نہیں ہوئے، 80% admit ہوئے لیکن admitted سوالات میں سے بھی صرف 35% جوابات آئے ہیں۔ یہ بہت ہی serious lapse ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں ہمیں اپنے کردار کو درست کرنا چاہیے اور گورنمنٹ کو بھی persuade کرنا چاہیے کہ وہ بروقت جواب دے۔ نئے

rules میں ہم نے اس سلسلے میں improvement کی ہے لیکن اصل چیز implementation ہے محض اس کو بنا کر رکھنا نہیں ہے۔

جناب! اس کے بعد privilege motion ہے۔ مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ وہ category ہے جس میں برابر ترقی ہو رہی ہے۔ 2009-2010 میں 31 privilege motions آئیں جو 2008-2009 کے مقابلے میں زیادہ ہیں، وہ پہلے 25 تھیں ان میں اضافہ ہوا ہے اور اس سال تو معلوم ہوتا ہے کہ privilege motions کی فصل بہار رہی ہے وہ اس لیے کہ 2010-2011 میں 61 privilege motions آئیں جن میں سے بیشتر کا تعلق چھوٹے چھوٹے ذاتی مسائل سے تھا۔ اس پر بھی ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! call attention notice and adjournment motions کے بارے میں، میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ 2009-2010 call attention notice میں 93 discussion کے لیے آئے لیکن 93 میں سے صرف آٹھ discuss ہو سکے۔ 2010-2011 میں 102 call attention notices آئے لیکن صرف تین discuss ہو سکے۔ جناب والا! میرا خیال ہے کہ یہ ہماری کارکردگی کی کوئی اچھی مثال نہیں ہے۔

جناب والا! adjournment motions کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ 2009-2010 میں 182 adjournment motions members نے دیں جن میں سے 11 House میں present ہوئیں اور صرف تین discuss ہوئیں۔ یہی کیفیت تقریباً ہر سال رہی ہے۔ اس موقع پر میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت بھی جو ہمارا unfinished agenda ہے اس میں 17 adjournment motions discussion کے لئے admit ہوچکی ہیں لیکن ان پر discussion نہیں ہوئی ہے۔ ان میں سے چھ ایسی ہیں جن میں، میں خود یا جماعت اسلامی کے میرے دوسرے ساتھی proposers تھے۔ ٹھیک ہے وہ ختم ہو جائیں گی لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر آپ لوگوں کو یہ یاد دلاؤں کہ یہ کام کرنے کے ہیں۔ ہم نے محض debating society نہیں بننا ہے۔ ہمیں ان چاروں ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے جو دستور نے ہمارے سپرد کی ہیں اور pending کام پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! اس کے بعد میں آپ کی اجازت چاہوں گا صرف چند points پیش کرنے کے لیے کہ میری نگاہ میں اس وقت سینیٹ، پارلیمنٹ، حکومت اور قوم کے سامنے سب سے اہم issues

کیا ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بات اسی پر ختم کروں کہ ان issues کی طرف توجہ دینا اصل challenge ہے اور اس میں اگر ہم نے کوتاہی برتی تو تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی۔ سب سے پہلا issue میری نگاہ میں ملک کی آزادی، اس کی حاکمیت، اس کی خود مختاری اور اس کی عزت اور وقار کا تحفظ ہے۔ اس پر پچھلے 12 سالوں میں جو چرکے لگے ہیں، جو ہزیمتیں ہمیں اٹھانی پڑی ہیں، جس طرح drone attacks ہوئے اور جس طرح ہمیں دنیا بھر میں blackmail کیا گیا ہے، pressurize کیا گیا ہے حتیٰ کہ ریمنڈ ڈیوس جیسا واقعہ بھی یہاں رونما ہوا ہے، 2 مئی کا واقعہ بھی یہاں رونما ہوا ہے، 26 نومبر کا واقعہ بھی رونما ہوا ہے، جناب والا! ہماری آزادی خطرے میں ہے۔ جو قوم اپنی آزادی کھو دے وہ پھر زندہ رہنے کے لائق نہیں ہوتی تو اس لئے ہمارا سب سے پہلا مسئلہ آزادی کا تحفظ ہے۔ اس کے لئے جو بھی قیمت ادا کرنا پڑے وہ ادا کریں کیونکہ قومیں اگر اپنی آزادی کے لئے قیمت ادا نہ کریں تو وہ پھر محکوم اور غلام بن کر رہتی ہیں۔ مجھے اس وقت جوش ملیح آبادی کا ایک قطعہ یاد آرہا ہے جس میں اس نے کہا تھا کہ

عشق و آزادی بہار زیست کا سامان ہے
عشق میری جاں آزادی میرا ایمان ہے
عشق پر کردوں فدا میں اپنی ساری زندگی
لیکن آزادی پر میرا عشق بھی قربان ہے

جناب والا! تو یہ ہے آزادی کی اہمیت۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پہلا issue ہے جس کا ہمیں تحفظ کرنا چاہیے۔

دوسرا issue میری نگاہ میں ملک کی نظریاتی شناخت ہے۔ ہمارا ملک ایک نظریاتی ملک ہے۔ جناب والا! ہم نے اس ملک کو قائم کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کی ہے اور بڑی قربانیاں دی ہیں۔ مسلمانان ہند و پاک نے millions کی تعداد میں ہجرت کی ہے اور جانیں دی ہیں اور یہ سب اس لئے تھا کہ ہم اپنے دین، اپنے عقیدے اور اپنی تاریخ کی روشنی میں اپنی زندگی کو ترتیب دے سکیں۔ قائد اعظمؒ نے 103 تقاریر 1939 سے لے کر 1948 تک اس بارے میں کی ہیں جن کا سارا ریکارڈ موجود ہے۔ ان میں کہیں بھی انہوں نے compromise نہیں کیا ہے کہ یہ ایک نظریاتی ملک ہے اور اس کو ایسی حیثیت سے ہم نے آگے بڑھانا ہے لیکن آج ہمارا نظریاتی تشخص مجروح ہو رہا ہے۔ Apology کی روش اختیار کی جا رہی ہے۔ ایسی باتیں آرہی ہیں جن کو دیکھ کر، پڑھ کر افسوس ہوتا ہے۔ میں ان لوگوں

میں سے ہوں جنہوں نے تحریک پاکستان میں الحمدللہ حصہ لیا ہے اور ایک طالبعلم کی حیثیت سے اس جدوجہد میں، میں نے اور میری فیملی نے قربانیاں دی ہیں۔ آج جب میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں تو میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔

(اس موقع پر اراکین نے ڈیسک بجائے)

جناب والا! اس لیے میں آج کے اس خطاب میں پاکستان کی نظریاتی شناخت اور اس کے اصل مقصد جو اسلامی اور فلاحی ریاست کا قیام ہے پر بات کروں گا۔

جناب والا! تیسری چیز جو میں کہنا چاہتا ہوں اور مجھے دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے وہ یہ ہے کہ میں ان دونوں کے بعد جس مسئلے کو سب سے زیادہ اہمیت دے رہا ہوں وہ دوسرے سیاسی اور معاشی مسائل نہیں ہیں جن کا میں ذکر کروں گا۔ ملک میں ایک اخلاقی انحطاط ہے۔ اخبار اٹھا کر دیکھیے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں، بچیوں، عورتوں اور مجبور انسانوں کے ساتھ جس طرح ظلم کیا جا رہا ہے۔ وڈیروں، زمینداروں اور بااثر افراد کے پرائیویٹ جیل خانے موجود ہیں۔ سوسائٹی کو کس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس ملک میں قوم کی اخلاقی حس مردہ ہو جائے وہ پھر قوم کہنے کی لائق نہیں ہوتی اس لئے ہمیں اس اخلاقی مسئلے کو بھی دیکھنا چاہیے۔ یہ محض حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے، ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے اور ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ قرآن صاف الفاظ میں کہتا ہے کہ ہر فرد سے بحیثیت فرد احتساب اور accountability ہو گی۔ پھر اس میں میڈیا، تعلیمی نظام، والدین اور خاندان، معاشرے کے بزرگ، مسجد اور ممبر، ان سب کی ذمہ داری ہے۔ جناب والا! ہمیں ملک کی اخلاقی قوت کو بڑھانا، اخلاقی حالات کو بہتر کرنا اور یہ دیکھنا ہے کہ ہم کہاں تک خیر اور شر کے درمیان فرق کر رہے ہیں۔ مجھے یہ کہنے دیجیے کہ مسلمان اور غیر مسلم میں یہ فرق نہیں ہے کہ ان کی شکل ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ وہی دو آنکھیں، وہی دو کان، وہی ایک ناک، وہی زبان اور وہی ہاتھ پاؤں۔ فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ مسلمان ایک اخلاقی معیار کو شعوری طور پر قبول کرتا ہے اور یہ عہد کرتا ہے کہ میں اپنے آخری سانس تک ان اخلاقی اقدار کی پاسبانی کروں گا۔ اگر ہم یہ پاسداری نہیں کر رہے ہیں تو ہم دنیا میں ناکام ہوں گے اور آخرت میں بھی ناکام ہوں گے۔ چنانچہ جناب والا! تیسری چیز کی طرف میں آپ کو متوجہ کروں گا وہ ملک کی اخلاقی تعمیر ہے۔

اس کے ساتھ چوتھی بات جو بہت ضروری ہے وہ بنیادی حقوق کا مسئلہ ہے۔ بنیادی حقوق جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں ذکر فرمایا ہے۔ بحیثیت مجموعی ہماری تاریخ میں خامیاں رہی

ہیں، کوتاہیاں رہی ہیں لیکن مسلمان ہو یا غیر مسلم، طاقتور ہو یا کمزور، حقوق کی پاسداری ہمارا حصہ رہی ہے۔ آج جو صورت حال ہے وہ ناقابل برداشت ہے۔ لاقانونیت، لاپتا افراد کا مسئلہ، ہماری بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کس طرح دوسروں کے قبضے میں ہے اور ہم اسے نہیں لاسکتے۔ خود یہاں مسخ شدہ لاشیں آرہی ہیں۔ ہر روز یہ واقعات آجاتے ہیں کہ اس کا بیٹا یا اس کا بھائی اٹھا لیا گیا ہے اور پھر عورتوں کو بھی اس میں بخشا نہیں جارہا۔ جناب والا! یہ human rights کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے اس لئے میں اس مسئلے کو بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب! ذرا conclude کر لیجیے۔ کافی speakers ابھی باقی ہیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب والا! یہ میری آخری تقریر ہے۔ مجھے یہاں موقع دے دیں تاکہ میں اپنے points پورے کر لوں۔

جناب والا! چوتھا نکتہ، معیشت کی جو صورت حال اس وقت ہے یہ اتنی خراب کبھی نہیں ہوئی تھی۔ غربت بڑھی ہے، بے روزگاری بڑھی ہے اور چار سال کے اندر قرضے دگنے ہوگئے ہیں۔ Standard and Poor's کی جو رپورٹ پرسوں آئی ہے اس نے کہا ہے کہ پاکستان ایشیا کا سب سے زیادہ مہنگا ملک ہے جس میں price rise and inflation highest ہے۔ آج بھی جو رپورٹ آئی اس میں صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ہماری internationally rating ہر روز نیچے جا رہی ہے۔ جناب والا! اس کو seriously لیجیے اور اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کیجیے۔

جناب والا! اگلا مسئلہ کرپشن کا ہے جس کے بارے میں میرے دوسرے ساتھیوں نے بھی کہا ہے۔ میں اس کی تشریح نہیں کرتا لیکن یہ ایک serious مسئلہ ہے۔ پھر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری بقا کے لئے دو قسم کی سیکورٹی بہت ضروری ہے۔ ایک food security اور دوسری energy security ہے۔ یہ دونوں missing ہیں۔ اس کے لئے فوری طور پر medium and long period plan کی ضرورت ہے۔

جناب والا! اگلا مسئلہ بلوچستان کا ہے۔ یہ صرف بلوچوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ میرا، آپ کا، پورے ملک کا اور ہر طبقے کا مسئلہ ہے۔ اس لئے خدا کے لئے اس کو اہمیت دیجیے۔ فوری طور پر کوشش کیجیے کہ جو اصل issues ہیں ان کو face کیا جائے، لوگوں کو table پر بلایا جائے اور انہیں

sense of participation دی جائے، ownership کا sense دیا جائے اور میں آپ سے یقین سے کہتا ہوں کہ nothing is beyond repair. یہ challenge بہت بڑا ہے اور اس کو address کرنا بہت ضروری ہے۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کا مسئلہ ہے اور خاص طور پر جب تک امریکہ کی یہ جنگ ختم نہیں ہوتی، یہ ہم پر مسلط رہے گی۔ امریکہ نے افغانستان اور عراق کو occupy کیا ہے اور پاکستان بھی اس کے indirect occupation میں ہے۔ جناب والا! یہ بات میں نہیں کہہ رہا بلکہ Robert Pope شکاگو یونیورسٹی کا پروفیسر ہے جس کی تازہ ترین کتاب Cutting the Fuse چند ماہ پہلے آئی ہے اس میں اس نے یہی بات کہی ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ Afghanistan is under US occupation and Pakistan is under indirect occupation of the United States of America. دہشت گردی کی جنگ کو ختم کرنا، افغانستان کے ساتھ معاملات کو سلجھانا، وہاں national reconciliation اور intervention کی بجائے باہمی اعتماد اور region کے تمام ممالک کو شریک کرکے مسائل کا حل نکالنا ضروری ہے۔

جناب والا! آخری معاملہ جس کے بارے میں کچھ کہنا میں ضروری سمجھتا ہوں وہ ہے مشرف دور کا احتساب۔ جو مظالم اس شخص نے کئے ہیں دستور کے violation کے اعتبار سے، human rights کے اعتبار سے، ملک کو ایک جنگ میں ڈال کر، اکبر بگٹی جیسے پاکستانی کو اس طرح شہید کرنا، لال مسجد میں جو کچھ کیا اس کا احتساب، اس دور کی روشنی میں احتساب جیسے جمالی صاحب نے کہا کہ national truth and reconciliation وقت کی ضرورت ہے اور اسے کرنا ازحد ضروری ہے۔

آخری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے بہت پہلے، میرے ساتھیوں نے بہت سے قوانین یہاں پر introduce کئے ہیں جو ابھی مکمل نہیں ہو سکے ہیں لیکن وہ بڑے اہم ہیں۔ اس میں دستوری ترمیم، لاپتا افراد کے بارے میں، اس میں مہنگائی کا مسئلہ ہے، اس میں journalists کے حقوق کا مسئلہ ہے، اس میں بے روزگار اور معذور افراد کی مدد کرنے کا مسئلہ ہے اور اس میں مہنگائی کنٹرول کرنے کا مسئلہ ہے، پانچ یا چھ قوانین ایسے ہیں جو ہم نے introduce کئے ہیں۔ ایک قانون journalists کا اس میں مسلم لیگ کے ساتھیوں نے cosponsor کیا ہے وہ جاری رہے گا۔ میرے علم کی حد تک پارلیمانی روایات یہ ہیں کہ ایک مرتبہ جو Bill introduce ہو گیا وہ property of the House ہے، اگر وہ ممبر، ممبر نہیں بھی رہتا تب بھی ایوان کا فرض ہے کہ وہ اس پر غور کرے، اسے قبول

کرے یا رد کرے لیکن میں چاہوں گا کہ میرے دوسرے ساتھی اس کو cosponsor کریں اور اس کو مکمل کیا جائے۔

آخر میں، میں ایک بار پھر سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میں اپنی بات کو مختصراً ختم کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں اس پوری بحث کو سنتا رہا ہوں اور across the party divide میرے معزز بھائیوں اور بہنوں نے جس طرح میرا ذکر کیا، جہاں پر میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں وہیں حقیقت یہ ہے کہ میں بڑی شرمندگی بھی محسوس کرتا ہوں کہ میں حق ادا نہیں کر سکا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اگر کوئی کوتاہی اس پورے دور میں میری طرف سے رہی ہو، یا میرے کسی بھی ساتھی administration کے اعتبار سے یا اراکین کو میری کسی بات سے دکھ پہنچا ہو تو میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ میری intention کبھی نہیں تھی اور میں ان سے معذرت خواہ ہوں، اگر میری وجہ سے انہیں کوئی تکلیف پہنچی ہو تو وہ فراخدلی سے مجھے معاف کریں گے۔

آخر میں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحمدللہ پاکستان میں جمہوریت ہے اور میں اس ایوان کے مستقبل کے لیے بہت پرامید ہوں۔ اگرچہ حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ بھی ضروری ہے تاکہ ہم کسی غلط فہمی میں نہ رہیں، دوسری طرف امید رکھنا ایمان کا تقاضا ہے، یہ تاریخ کا فیصلہ ہے اور میں اس پر بات ختم کرنا چاہتا ہوں

یوں اہل توکل کی بسر ہوتی ہے
ہر لمحہ بلندی پہ نظر ہوتی ہے
گھبرائیں نہ ظلمت سے گزرنے والے
آغوش میں ہر شب کے سحر ہوتی ہے

شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، بہت بہت شکریہ۔ جی ڈاکٹر عباسی صاحب۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو ہمارے سینیٹر جا رہے ہیں ان کو موقع دیا جائے، پھر ہم ان کو موقع دیں گے جو 2015 تک جاری رہیں گے۔ جی ڈاکٹر عباسی صاحب، اس کے بعد طارق عظیم صاحب، مندوخیل صاحب۔ ڈار صاحب آپ آخر میں، آپ آرام کیجیے آپ تو یہیں پر ہیں۔ جی ڈاکٹر عباسی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب والا! آج سے اٹھارہ سال پہلے غالباً مارچ 1994 میں، میں نے پہلی مرتبہ بحیثیت سینیٹر حلف اٹھایا، غالباً یہ چوتھی یا پانچویں سیٹ تھی جب میں نے حلف اٹھایا۔ میں پندرہ سال سینیٹ کا ممبر رہا اور آج پندرہ سال کے لمبے عرصے کو آپ نے جو آج مجھے چھوٹا سا وقت دیا ہے اس میں سمیٹنا شاید مشکل ہو لیکن میں کوشش کروں گا کہ بنیادی چیزیں کچھ نہ کچھ آپ کے سامنے عرض کروں۔

جناب والا! یہاں پر کچھ ہماری پرانی تصویریں لگی ہوئی ہیں، کالے بالوں، بھرپور بالوں اور کالی مونچھوں کے ساتھ میں آیا تھا اور آج شاید میں سفید مونچھیں، سفید بال اور کچھ کم بال لے کر جا رہا ہوں۔ جناب والا! اس دوران میں تین دفعہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر سینیٹر منتخب ہوا اور تینوں دفعہ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کی صدارت میں جو پارلیمانی بورڈ قائم ہوا اس نے مجھے ٹکٹ دیا۔ مجھے بھرپور backing بھی رہی، بھرپور support بھی رہی اور بھرپور انداز میں ایک سیاسی ورکر کی حیثیت سے جو بھی اپنا مافی الضمیر سمجھا، جہاں بھی ضمیر کی بات اٹھانے کی بات آئی تو کوشش کی کہ وہ بات کہی جائے، اس بات کو کہنے میں کبھی لیت ولعل سے کام نہیں لیا۔

جناب والا! یہ سینیٹ یقیناً federalism کی علامت ہے اور یہاں پر ہر صوبے سے برابر representation ہے۔ چھوٹا صوبہ بلوچستان بھی یہاں آکر اپنی آواز اٹھا سکتا ہے، بڑے صوبے کے representatives بھی یہاں آواز اٹھا سکتے ہیں۔ یہاں بہت strong Committee system ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ اپنے تمام ادوار میں، میں فنانس کمیٹی کا ممبر بھی رہا، چیئرمین بھی رہا اور وہاں پر جتنے دوست ساتھی، فرداً فرداً اگر سب کے نام لوں گا تو کسی کا نام رہ جائے گا تو میں ان سے معذرت چاہوں گا لیکن ظاہر ہے احمد علی صاحب ہمارے چیئرمین رہے، اسحاق ڈار صاحب ممبر رہے، پروفیسر خورشید صاحب اور ایک دور ایسا بھی تھا کہ میں چیئرمین تھا اور اسحاق ڈار صاحب وزیر خزانہ تھے۔ ایک بڑا strong Committee system federalism کی علامت اور انتہائی اچھا سٹاف، چاہے وہ سیکرٹری صاحب ہوں، اس دوران کئی سیکرٹری گزرے۔ اب افتخار اللہ بابر صاحب یہاں بیٹھے ہیں، انتہائی شفیق انسان، ان کے ساتھ پورا سٹاف میں سمجھتا ہوں کہ جتنا تعاون گزشتہ پندرہ سالوں میں انہوں نے مجھے دیا، میں تو اس کو یاد ہی کر سکتا ہوں اور امید کر سکتا ہوں کہ جب بھی موقع ملے ان دوستوں بھائیوں کے ساتھ ملاقات ہوتی رہے۔

جناب چیئرمین! مجھے اس دوران تین چیئرمینوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ سب سے پہلے وسیم سجاد صاحب مجھے افسوس ہے کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔ وہ پچھلے تین دن سے یہاں آ نہیں سکے۔ غالباً وہ لگاتار اور senior most سینیٹر تھے، پروفیسر صاحب نے یقیناً بہت بڑا وقت گزارا لیکن درمیان میں وہ تین سال اس ہاؤس میں نہیں تھے لیکن وسیم سجاد صاحب 1987 سے لے کر آج تک تمام سینیٹرز میں سب سے زیادہ سینیئر سینیٹر میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کے ساتھ بڑا جھگڑا رہا کیونکہ جب ہماری حکومت 1994 اور 1997 میں تھی تو ہمیں لگتا تھا کہ ہم اپوزیشن میں ہیں۔ ان سے بڑا جھگڑا رہا، ہاؤس کی حد تک، ہاؤس سے باہر کبھی نہیں گئے۔ محمد میاں سومرو صاحب، ان کے ساتھ بھی ایک رشتہ رہا، ان کے ساتھ جھگڑا بھی رہا لیکن رشتہ بڑا اچھا رہا وہ میری والدہ کو آج بھی ماسی (خالہ) ہمارے ہاں ماسی کو خالہ کہتے ہیں، وہ ماسی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ پچھلے چھ سال ان کے ساتھ بڑے مسئلے رہے ہیں لیکن ہاؤس میں وہ انتہائی اچھے انسان تھے۔ آپ کے بارے میں لوگوں نے ایک چیز کا تذکرہ نہیں کیا کہ آپ کی ایک منفرد حیثیت ہے۔ آپ 1977 کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کے پہلے چیئرمین سینیٹ ہیں۔ 1977 میں جب شہید ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت ٹوٹی، اس کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم سے کوئی چیئرمین سینیٹ منتخب نہیں ہو سکا۔ آپ کی منفرد حیثیت شاید یہ بڑے لمبے عرصے تک رہے کہ آپ 1977 کے بعد پہلے پاکستان پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم سے elected چیئرمین سینیٹ ہیں۔

جناب والا! دوسری چیز جو میں آج share کروں گا کہ جب 1999 کا آخری عرصہ تھا اور شہید محترمہ بھٹو صاحبہ اور آصف علی زرداری صاحب پر بہت شدید دباؤ تھا تو ہم دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ lodge share کی تھی۔ اس حوالے سے آپ کے ساتھ بہت اچھا experience رہا اور میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ آپ کسی جگہ پر بھی ہوں لیکن جو پیار و محبت کا رشتہ آپ کے ساتھ رہا ہے وہ ہمیشہ رہے گا۔ جناب چیئرمین! 1994 سے 1996 تک کا جو دور تھا وہ چونکہ حکومت میں تھے اس دور میں بہت زیادہ issues تھے۔ میں اس کا زیادہ ذکر نہیں کروں گا لیکن 1997 to 1999 یہ جو تین سال تھے اس میں دو بڑے issues تھے جس پر لمبی بحث ہوئی، جس کے بارے میں باتیں کہی گئیں، اخبارات میں لکھی گئیں وہ دو episodes کا میں یہاں پر ضرور یاد دہانی کراؤں گا۔ ایک تھا جناب آصف علی زرداری صاحب کا سینیٹ الیکشن جیتنے کے بعد production order اور اس production order کو دلوانے کے لیے یہاں پر جو لڑائی ہوئی، جو debate ہوئی اور جو اعتزاز

احسن صاحب اور رضا ربانی صاحب کے arguments تھے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت ہی یادگار debate ہے شاید آج سے دس سال بعد، بیس سال بعد جو نئے سینیٹرز آئیں وہ ان debates کو ضرور پڑھیں۔ گو کہ وسیم سجاد صاحب نے plea reject کردی، غالباً بعد میں آپ ہی نے کورٹ سے آرڈر لیے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو production order کی debate تھی وہ چند ان debates میں سے ہے جو سینیٹ میں بہت اچھی اچھی debates رہی ہیں لیکن وہ تمام high quality debates تھیں جن میں بہت سے سینیٹرز نے حصہ لیا۔ جناب اعتزاز احسن صاحب اور رضا ربانی صاحب اس میں پیش پیش تھے۔ اس دور میں سینیٹ نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ پرانی باتوں کو میں یاد نہیں کرنا چاہوں گا لیکن جب 15th Amendment Bill قومی اسمبلی سے 2/3rd majority سے پاس کیا گیا، اس وقت کی سینیٹ نے 15th Amendment Bill کو روکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ 1997 to 1999 والی سینیٹ کا اس میں بہت بڑا کردار تھا۔ اس میں ہمارے ساتھی زاہد خان صاحب اور بھی کئی دوسرے ساتھی ہمارے ساتھ تھے اور 15th Amendment Bill کو سینیٹ میں روک دیا گیا۔ 2003 سے 2006 تک LFO پر آپ ہمارے ساتھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی پارلیمانی تاریخ کا یہ سب سے بڑا احتجاج، سب سے لمبا احتجاج LFO کے خلاف ڈیڑھ سال ہوا۔ اس کے بعد ایم ایم اے کے دوستوں نے فیصلہ کیا، ہو سکتا ہے صحیح فیصلہ کیا ہو کہ انہوں نے 17th Amendment پاس کرنے میں حکومت کی مدد کی۔ ان کو بھی دھوکا دیا گیا، کہا گیا کہ میں وردی اتار دوں گا لیکن وردی نہیں اتری اور پھر وردی کب اتری، جب شہید محترمہ بھٹو صاحبہ اس ملک میں واپس آئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وردی کو اتروانے میں شہید محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کا واضح کردار تھا۔

جناب والا! اس دوران 27 دسمبر 2007 کو پاکستان کی تاریخ کا اندوہناک واقعہ ہوتا ہے۔ ہر انسان کی زندگی میں بہت سی controversies ہوتی ہیں، ہر انسان کے بارے میں ہوتی ہیں، ہر سیاست دان کے بارے میں ہوتی ہیں لیکن میری نظر میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ شاید اپنی شہادت میں سب سے زیادہ non controversial person ابھر کر سامنے آئیں اور across the board پاکستان میں جو ان کی عزت ہے، پاکستان میں جس طریقے سے ان کو یاد کیا جاتا ہے، ان کی جمہوری جدوجہد کو یاد کیا جاتا ہے میری نظر میں وہ ایک ایسا tribute ہے جو ساری زندگی ان کو دیا جاتا رہے گا۔

جناب والا! میں اپنے بارے میں ایک بہت چھوٹا سا مصرعہ عرض کروں گا کہ

ایک شخص کیا گیا کہ دنیا بدل گئی

میں تفصیل میں نہیں جانا چاہوں گا لیکن ریکارڈ کے طور پر کہوں گا، اس دوران بہت سے bitter experiences بھی ہوئے اور بہت سے خوشگوار experiences بھی ہوئے۔ کچھ دوست دور ہوگئے، کچھ نئے دوست زیادہ بہتر انداز میں سامنے آئے شاید جن کے ساتھ کبھی واسطہ بھی نہ رہا ہو۔ دنیا کا ہر episode آپ کو تجربہ دیتا ہے اور جب تک زندگی ہے انسان کو gain experiences کرتے رہنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! 2009 to 2012 اٹھارھویں ترمیم، انیسویں ترمیم، بیسویں ترمیم پاکستان کے آئین کو purge کرنے کے لیے اور جو اس میں patchwork تھا اس کو ختم کرنے کے لیے ایک بہت بڑا contribution ہے۔ ان تینوں ترامیم میں، میں ایک دو چیزوں سے اختلاف کرتا ہوں اور میں نے برملا اس اختلاف کا اظہار کیا بھی ہے۔ آپ نے اس میں intra-party elections ختم کیے، جو ایک constitutional cover تھا، میں نے اس سے اختلاف کیا۔ بیسویں ترمیم کے بارے میں میرا اختلافی نوٹ آپ کے پاس موجود ہے اور شاید آئندہ آنے والے لوگوں کے کام بھی آئے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو patchwork کیا گیا تھا آئین میں، اس patchwork کو ختم کیا گیا اٹھارھویں، انیسویں اور بیسویں ترمیم کے ذریعے۔

جناب چیئرمین! اس سارے عمل میں بہت سے issues پر debate ہو سکتی ہے اور ہر issue بار بار اٹھایا جا سکتا ہے۔ تمام چیزوں کو drones کو، 2nd May, کو، ریمنڈ ڈیوس، بلوچستان، پاکستان کی sovereignty, یقیناً یہ انتہائی اہم issues ہیں لیکن میں بنیادی طور پر تین نکات آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کروں گا اور توجہ چاہوں گا کہ آنے والے سینیٹر صاحبان اور جو یہاں ابھی موجود ہیں اور جو حکومت میں ہیں وہ اس پر توجہ دیں، ابھی ان کا ایک سال رہتا ہے، وہ بھی اس پر توجہ دینے کی کوشش کریں۔ میں نے بارہا پہلے بھی توجہ دلائی ہے لیکن اس کو re-emphasize کرنے کے لیے میں دو، تین چیزیں کہوں گا۔ ایک تو یہ کہ پاکستان کا آئین آج اس patchwork کے ختم ہونے کے بعد ایک جو trichotomy of powers تھی، جو 1973 کے original Constitution میں تھی، وہ سامنے آئی ہے۔ اس میں executive کا تصور ہے، judiciary and Parliament کا تصور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں executive order بہت strong ہے اور یہ ہمیشہ strong رہا ہے۔ پولیس، Revenue Department, Cabinet, Secretariat ان کا بہت influence رہا ہے پاکستان کے عوام پر اور بعض جگہ بہت برا

influence رہا ہے عوام پر۔ دوسری طرف آج judiciary independence gain کر رہی ہے اور 09 مارچ کا دن بھی ہے۔ اس کو بھی ہمیں یاد کرنا چاہیے کہ پاکستان کے آخری military dictator کی undoing میں 09 مارچ کا کیا کردار تھا، جب Chief Justice صاحب کو نکالا گیا اور اس کے بعد independent judiciary کی ایک تحریک چلی۔ لہٰذا judicial independence تو نظر آرہی ہے، شاید activism بھی ہو۔ کچھ چیزیں ہمیں بری بھی لگتی ہوں لیکن جناب والا! اس کو چلنے دیں۔ اس سارے عمل میں اگر کوئی weak link ہے تو وہ پارلیمان ہے۔ میں آج بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ہم شاید اس میں سب سے weakest link ہیں۔ راجہ ظفر الحق صاحب کی کل کی بات نے میرے دل اور دماغ کو strike کیا کہ وہ ایک point یہاں اٹھا رہے ہیں، ان کو پتا ہے کہ یہاں کوئی شنوائی نہیں ہوگی اور ساتھ ہی وہ کہہ رہے ہیں کہ Chief Justice صاحب suo motu action لیں۔ ایسا اس لیے ہے کہ یہ ہم نے کر دیا ہے۔ یہاں پر بڑی اچھی مثال ہارون بھائی نے دی کہ NICL کا case ہم نے اٹھایا، ہماری کامرس کمیٹی نے اٹھایا لیکن کسی نے اس میں شنوائی نہیں کی لیکن جب وہی case Supreme Court گیا تو شنوائی ہو گئی۔ ہمیں یہ طے کرنا پڑے گا کہ پارلیمانی لیڈر یا پارٹی لیڈر کا کتنا influence ہونا چاہیے اپنے کسی رکن کی individual thinking پر۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان تین چیزوں کو چھوڑ کر، جو defection clause میں آتی ہیں، جو constitutional provision میں ہے، میں اپنے پارٹی لیڈر یا پارلیمانی لیڈر کا اس پر یقیناً ساتھ دوں گا لیکن باقی چیزوں میں ارکان کو آزاد کریں، ان کی سوچ کو آزاد کریں، ان پر قدغن نہ لگائیں کہ جی ہر چیز پارٹی کی مرضی سے ہونی ہے، ہر چیز میں پارٹی کا عمل دخل ہوگا۔ دنیا کی کسی پارلیمان میں اس طرح نہیں ہوتا۔ بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو individual thoughts کے تحت ہوتی ہیں اور ان کو mind بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اس کو ایک constructive criticism کے طور پر دیکھنا چاہیے۔ اگر آپ یہ کریں گے تو پارلیمان strong ہوگی۔ جب Parliament strong ہوگی تو پھر آپ تصور کریں گے کہ ایک حقیقی جمہوریت پاکستان میں آئی ہے۔ جمہوریت کبھی piecemeal میں نہیں ہوگی، جمہوریت اگر ہوگی تو in toto ہوگی۔ اگر آپ اس کو piecemeal میں چلانے کی کوشش کریں گے تو ہم کہیں نہ کہیں پھر derail ہوجائیں گے۔

دوسرا مسئلہ پاکستان کی economic condition ہے۔ میں اس پر بہت بول چکا ہوں اور حقیقتاً یہ ہوا ہے کہ گزشتہ چار سالوں میں یہ بہت بری ہوئی ہے۔ مجھے یہ بہت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ

ہم نے ایک ایسا سیاسی عدم استحکام مسلسل create کیے رکھا، پہلے ججوں کی بحالی پر اور پھر ان کے فیصلے نہ مان کر۔ ہم نے continuously ایک ایسی uncertainty create کر رکھی ہے کہ آج یہ economic conditions ہمارے سامنے آرہی ہیں، اس حکومت کے سامنے آرہی ہیں۔ یہ مجھے بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، آپ چاہے مہنگائی دیکھیں، بے روزگاری دیکھیں، گیس کا مسئلہ، بجلی کا مسئلہ، ان چیزوں پر توجہ دی جانی چاہیے تھی لیکن ان پر غالباً توجہ نہیں دی جا سکی۔ میری یہ درخواست ہوگی آج بھی کہ یہ چیزیں توجہ طلب ہیں اور ان ہی چیزوں سے پاکستان پیپلز پارٹی کو عوام میں یا نقصان ہوگا یا فائدہ ہوگا۔

میرا تیسرا نکتہ میڈیا کے بارے میں ہے۔ یہاں میڈیا کے بارے میں بہت ذکر کیا گیا۔ ہاں آج میڈیا بہت assertive ہے۔ وحیدہ شاہ کا case سامنے ہے۔ Media شاید بہت زیادہ assertive ہے، بہت critical بھی ہے، وہ کسی کو نہیں چھوڑتا لیکن جناب والا! اس کو چلنے دیں۔ اس میں ٹھہراؤ خود بخود آئے گا۔ دنیا میں جب democracies develop ہو رہی ہوتی ہیں تو ہر حصہ اپنی turf gain کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ اگر وہ کوئی turf gain کرنا چاہتا ہے تو ان کو کرنے دیں لیکن جب ان کی اپنی باتیں boomerang کریں گی اور کبھی کبھی boomerang بھی ہوتی ہیں۔ ایک prediction کرتے ہیں لیکن وہ پوری نہیں ہوتی۔ جب وہ boomerang ہوں گی تو پھر ایک ٹھہراؤ آئے گا اور پانی اپنی سطح برقرار رکھے گا۔ کوئی قدغن لگانا، اس پر کوئی قانون بنانا ٹھیک نہیں ہوگا بلکہ یہ counterproductive ہوگا۔

جناب چیئرمین! آخری ایک دو باتیں ہیں۔ سینیٹ میں بڑے بھرپور پندرہ سال گزرے۔ Truth and Reconciliation Commission کے حوالے سے جمالی صاحب اور پروفیسر صاحب نے بات کی۔ جناب والا! یہ Charter of Democracy کا حصہ تھا، ڈار صاحب گواہ ہیں لیکن اگر آپ اس میں Truth and Reconciliation Commission چاہتے ہیں تو پھر سچ بولنا پڑے گا، معذرت کے ساتھ۔ اگر ہم جھوٹ بولیں، غلط بیانی کریں اور پھر چاہیں کہ یہ کمیشن بنے تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ کمیشن بنے لیکن کارگر تب ہوگا جب ہر individual جو زندہ ہے، جو چلے گئے وہ چلے گئے، ہر individual جو زندہ ہے وہ آکر یہ کہے کہ مجھ سے یہ غلطی ہوئی اور اپنی سزا بھی وہ خود تجویز کرے۔ اس کو آپ laws کے ذریعے سزا نہ دیں بلکہ وہ خود تجویز کرے کہ کیا میں یہ جرم کرنے کے بعد پاکستان کی سیاست میں حصہ لے سکتا ہوں یا مجھے کسی پوزیشن پر آنا چاہیے یا نہیں آنا چاہیے۔

Truth and Reconciliation Commission بننا چاہیے لیکن تب جب ہم سچائی reveal کرنے کو تیار ہوں۔

جناب! میں ایک چیز اور clear کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایک سیاسی کارکن ہوں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے جو بھی اپنی contribution ہے، جس جگہ پر بھی بیٹھا ہوں، میں نے deliver کرنے کی کوشش کی ہے۔ سیاسی کارکن اپنی راہ بنانا جانتا ہے۔ اس کو پتا ہوتا ہے کہ politics میں اس نے کس طرف جانا ہے، کیا کرنا ہے اور کس طرف اپنی چیزوں کو اٹھا کر چلنا ہے۔ Forums آتے جاتے رہتے ہیں۔ آج میں اس فورم پر نہیں ہوں، 15 سال گزارنے کے بعد ویسے ہی شاید میری saturation ہو گئی ہے کہ پتا نہیں میں سینیٹ میں کبھی کسی stage پر آتا بھی ہوں یا نہیں۔ مجھے اب کوئی تمنا بھی نہیں ہے۔ سینیٹ کی chairmanship میری تمنا نہیں تھی اور ایسی کوئی چیز نہیں ہے کہ دوبارہ یہاں آیا جائے۔ جناب! میں نے سیٹ کے لیے درخواست بھی نہیں دی ہے۔ میں ایک چیز یہاں اس فورم پر clarify کرتا چلوں تا کہ record رہے کہ اس وجہ سے درخواست نہیں دی کہ میں سمجھتا ہوں کہ جب اختلاف اتنا زیادہ ہو، پارٹی کو چلانے کے معاملات پر، فورمز کے معاملات پر، institutionalization کے حوالے سے، democratization کے حوالے سے، محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی investigation کے حوالے سے، جب اختلاف بنیادی ہو تو انسان کو وقتی طور پر اپنے آپ کو پیچھے ہٹا لینا چاہیے۔ میں نے application نہیں دی۔

جناب! میں نے آپ کا اور دوستوں کا بہت سا time لے لیا ہے، آخر میں ایک چیز کہتا جاؤں گا۔ 18 اکتوبر 2007، محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ ایک لمبی exile کے بعد اس ملک میں واپس آئی تھیں۔ وہ میری لیڈر اور میری قائد تھیں۔ میں ایک سیاسی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میری والدہ 1962 سے لے کر کئی ہاؤسز میں رہیں۔ وہ اسمبلی کی ڈپٹی سپیکر بھی رہی ہیں۔ 1977 میں ڈپٹی سپیکر بنیں، disqualify ہوئیں، 1988 میں پھر ڈپٹی سپیکر بن کر آئیں تو یہ چیزیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ میرے بھائی پانچ دفعہ MPA elect ہو چکے ہیں اور آج بھی وہ صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں۔ میری اہلیہ ناہید صاحبہ MNA رہی ہیں۔ جناب! یہ چیزیں آتی جاتی رہتی ہیں لیکن آخر میں ایک چیز کہوں گا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کے ساتھ شاید کچھ لوگ agree نہ کرتے ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ آج پاکستان میں ایک non-controversial ترین شخصیت ہیں جن کے بارے میں ہر آدمی اچھی بات کرتا ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: 18 اکتوبر کو وہ ایک چیز لے کر آئی تھیں، وہ اس ملک پاکستان کے عوام کی امیدیں جگانے آئی تھیں اور پاکستان کے عوام ان سے امید لگائے بیٹھے تھے۔ میں آخر میں اپنے دوستوں، ساتھیوں، سینیٹرز، honourable لوگ ہیں، سب میرے ساتھی ہیں، ان کے ساتھ بہت لمبا عرصہ گزارا ہے، ان کو ایک ہی بات کہتا جاؤں گا کہ ان امیدوں کو ٹوٹنے نہ دیں۔ اگر ہم امیدیں قائم رکھیں گے تو پاکستان ایک resilient country ہے۔ ایک جگہ دھماکا ہوتا ہے، چھ گھنٹے بعد آپ کو نظر بھی نہیں آئے گا کہ وہاں پر کوئی دھماکا ہوا تھا۔ لوگ پھر اپنی زندگی شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ایک resilient قوم ہے، ان کی امیدیں نہیں ٹوٹنی چاہییں۔ ان امیدوں کو جگانے کے لیے لیڈر شپ سب سے بہتر فورم ہوتا ہے چاہے وہ کہیں پر بھی ہو۔

آخر میں یہ کہتے ہوئے کہ ہمیں ان امیدوں کو جگائے رکھنا ہے، میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں اپنے تمام دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے بہت لمبا عرصہ ہمارے ساتھ گزارا۔ جو نئے دوست آئے، انہوں نے بھی بہت اچھا ساتھ دیا۔ مجھے شاید سینیٹ میں دوبارہ موقع نہ ملے لیکن کوئی نہ کوئی فورم، انشاء اللہ، بات کرنے کا ضرور ملے گا۔ انشاء اللہ، پاکستانی عوام کے حقوق کے لیے، شہید بے نظیر بھٹو صاحبہ اور شہید ذوالفقار علی بھٹو کے سیاسی فلسفے کے مطابق، شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے سیاسی vision کے مطابق اور پاکستان پیپلز پارٹی کے long standing خواب کے لیے کہ جو پاکستان کے غریب عوام کو empower کرنا چاہتی ہے، اس کی خاطر جو بھی جدوجہد ہوگی، انشاءاللہ تعالیٰ وہ جاری رہے گی۔ بہت بہت مہربانی۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اسحاق ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ پارلیمنٹ میں یہ میری چوتھی term ہے جو 11 مارچ کو ختم ہوگی، دو دفعہ نیشنل اسمبلی اور اب second term یہاں ختم ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی، دوستوں کی دعاؤں اور پارٹی کے فیصلے سے، میں خوش قسمت ہوں کہ جو پچاس ساتھی ریٹائر نہیں ہو رہے، ان کے ساتھ مجھے پھر کام کرنے کا موقع ملے گا۔

جناب چیئرمین! 2003 سے 2006 کی بات ہوئی تو اس میں آپ بھی ہمارے ساتھ یہاں desks بجایا کرتے تھے اور جیسے صفدر عباسی صاحب نے کہا کہ وہ period تھا جس وقت dictatorship عروج پر تھی اور ہم اس کے against نہ صرف ایوان کے اندر ایک جدوجہد کر رہے تھے بلکہ ایوان کے باہر بھی کوشش کی کہ دونوں mainstream political parties میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی قیادت میں کوئی ایسا Charter of Democracy بنائیں جس سے پاکستان میں آنے والے وقتوں میں جمہوریت، پاکستانی عوام اور ملک کی بہتری کے لیے کام ہو سکے۔ میں خوش نصیب ہوں کہ میرے ساتھ اس میں جناب رضا ربانی، صفدر عباسی صاحب اور اس وقت میرے نیشنل اسمبلی کے colleague احسن اقبال، ہم چار لوگ تھے جنہوں نے وہ charter draft کیا۔ جیسے ذکر ہوا، اس میں کئی چیزیں ایسی ہیں، جن پر آج تک عمل درآمد نہیں ہوسکا، بہرحال، میں آج کے دن negativities کو avoid کرنا چاہوں گا۔ جو ساتھی 11 مارچ کو اس ایوان سے رخصت ہو رہے ہیں اور پھر وہ واپس نہیں آرہے، میری کوشش ہو گی کہ ان کے ساتھ، ان کی contributions کو اور ان کا جو ایک role رہا colleague کے طور پر اور پاکستان کی بہتری اور اس House کی performance کے حوالے سے، میں اس کو acknowledge کروں۔

جناب چیئرمین! 2006-12 کا جو tenure ہے یہ basically جب مارچ میں شروع ہوا تو ہم نے دیکھا کہ 2003-06 کی جدوجہد کے نتیجے میں 14 مئی 2006 کو محترمہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف صاحب نے ایک Charter of Democracy لندن میں sign کیا جس کو بعد میں کافی زیادہ political parties نے endorse کیا۔ اس کے بعد نئے الیکشن کے ساتھ جب 2008 کا سورج طلوع ہوا تو پھر اس House میں ماحول بدل گیا۔ کئی ایسی چیزیں ہیں جن کا میں بعد میں briefly ذکر کروں گا کہ وہ ایک ایسا جبر کا tenure تھا کہ even chairmanships of Committees اپوزیشن کو نہیں دی گئیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ یہاں ڈیسک بجایا کرتے تھے، ابھی بھی شاید ہاتھ پر کوئی نشان ہو کیونکہ ہم نے کئی مہینے بلکہ ڈیڑھ سال ڈیسک بجائے۔

جناب چیئرمین: اسکول میں آپ ڈیسک پر کھڑے ہوا کرتے تھے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا تین سالہ دور جو ابھی گزرا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، اس House کو ایک unique credit جاتا ہے کہ یہاں تین آئینی

ترامیم pass ہوئیں۔ اٹھارھویں ترمیم کے main points بنیادی طور پر Charter of Democracy سے flow ہوئے کہ ہم نے سترھویں ترمیم کو ختم کرنا ہے، ہم نے 73 کے originalآئین کو restore کرنا ہے، ہم نے پارلیمانی سسٹم لانا ہے اور devolution لانی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک موقع دیا کہ ہم اچھا کام کریں۔ اس میں leadership کا role ادا کیا میاں رضا ربانی نے، ان کے ساتھ میرے colleagues جن کا بہت نمایاں role رہا وہ جناب پروفیسر خورشید صاحب، وسیم سجاد صاحب، ایس ایم ظفر صاحب، جناب عبدالرحیم مندوخیل صاحب، افراسیاب خٹک صاحب، ڈاکٹر مالک صاحب، اور دوسرے ساتھی MNAs شامل تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہم ایک major change لانے میں کامیاب ہوئے، 270 میں سے تقریباً 100 Articles میں تبدیلیاں آئیں۔ اس کے بعد انیسویں ترمیم consequential تھی ججز کے حوالے سے، اس کو بھی بڑے smooth طریقے سے pass کیا گیا۔

جب بیسویں ترمیم کی باری آئی تو ایک مرتبہ پھر اس House کو اور قومی اسمبلی کو موقع ملا کہ کوئی value addition کرے۔ آپ کو بھی یاد ہو گا اور record میں بھی ہے کہ initial amendment تو صرف چند lines کی تھی۔ سینیٹ اور قومی اسمبلی کے 28 اراکین کی بحالی تھی جو الیکشن کمیشن کے نامکمل ہونے کے باوجود ایک flawed system کے تحت elect ہوگئے تھے، ان کی رکنیت کو suspend کر دیا گیا تھا۔ ہم نے اپوزیشن کے حوالے سے سوچا کہ یہ بہترین موقع ہے کہ ہم اس میں اپنا role ادا کریں اور free and fair election کی طرف مزید اقدامات اٹھائیں، آپ نے دیکھا کہ اس میں الیکشن کمیشن کے ان چاروں ممبران کو statutory cover کی بجائے constitutional cover دیا گیا، ان کو آئین کے تحت حلف دیا گیا، ان کو آئین کے تحت پانچ سالوں کا fix tenure دیا گیا، ان کی removal like a judge of High Court or Supreme Court کی گئی اور اب اس کے نتائج سامنے آرہے ہیں۔ پیپلز پارٹی اور ہمارے درمیان چار ہفتوں کی outside the House shuttling ہوئی، ہمارا یہ تمام process اس ہی کام پر تھا۔ اس کے ساتھ جو ہماری سب سے زیادہ controversy ہوتی ہے، جب transition ہوتی ہے، جب نئے الیکشن ہونے ہوتے ہیں، چاہے وہ early elections ہوں، mid-term ہوں یا tenure کی completion پر ہوں، Caretaker Government کے حوالے سے بھی ہم نے بہت important and major changes کیں۔ ٹھیک ہے کچھ لوگوں کی سوچ ہے کہ یہ چیز پارلیمنٹ

کے اندر ہی رہنی چاہیے تھی، اگر وزیراعظم اور Leader of the Opposition نہیں مانتے تو کمیٹی فیصلہ کرتی لیکن اگر vacuum ہو اور آپ سمجھتے ہیں کیونکہ آپ کا background law سے متعلق ہے کہ vacuum نہیں چھوڑا جاسکتا کہ جہاں اگر وہ دونوں ساتھی نہ مانیں تو پھر شاید چار چار کمیٹی ممبران بھی نہ مانیں کیونکہ وہ hard position ہوسکتی ہے تو اس لیے اس vacuum کو چھوڑنے کے بجائے، ہم نے فیصلہ کیا کہ الیکشن کمیشن، جسے ہم نے constitutional cover دے دیا ہے، اب انہیں آئینی حیثیت حاصل ہے، یہ ان پر چھوڑ دیا جائے کہ ان پانچ ممبران میں جو فیصلہ ہو گا، اللہ کرے وہ بہتر ہو لیکن ان کا scope of work limited کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ اپنی طرف سے کوئی نام initiate نہیں کرسکتے بلکہ یہ وہی نام ہوں گے جو Leader of the House and Leader of the Opposition ان کو بھیجیں گے اور انہی ناموں میں سے وہ ایک نام منتخب کریں گے۔ اس سارے process میں میاں رضا ربانی صاحب، نوید قمر صاحب اور خورشید شاہ صاحب تھے، میں ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا۔

جناب چیئرمین! ایوان کے حوالے سے میری اگلی ذمہ داری بحیثیت Chairman Standing Committee on Industries تھی۔ جناب ہارون اختر صاحب اور جناب صفدر عباسی صاحب نے جیسے ذکر کیا کہ پاکستان اسٹیل ملز کا تمام initial کام اس کمیٹی نے کیا اور اس کی ایک Sub-Committee ہارون اختر صاحب کی سربراہی میں بنائی گئی، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی بہت بڑی contribution تھی لیکن وہی بات ہے کہ ہماری recommendatory nature ہے کیونکہ وہی کام جب اخبارات میں پڑھ کر *suo motu notice* پر چلا جاتا ہے تو پھر اس پر عملدرآمد ہو جاتا ہے۔ میں بھی Standing Committee on Commerce کا ممبر ہوں لیکن سیمیں صدیقی صاحبہ نے Standing Committee on Industries میں رمضان پیکج کے حوالے سے بہت کام کیا ہے۔ ہم نے اپنے کمیٹی کے tenure میں یہ چیز ensure کی کہ حکومت رمضان پیکج کے تحت جو subsidy allocate کرے، اس میں saving نہ کی جائے بلکہ وہ تمام پیسا عوام پر خرچ کیا جائے، یہ نہیں کہ پانچ ارب subsidy رکھیں، اس میں سے دو ارب خرچ کر کے تین ارب روپے کو lapse ہونے دیا جائے۔ ہم نے اشیا کی قیمتوں کو ensure کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کمیٹی میں جناب الیاس بلور صاحب، جناب صفدر عباسی صاحب، محترمہ سیمیں صدیقی صاحبہ اور میرے دوسرے

ساتھیوں کا بہت role رہا۔ میرے لیے ان کے بغیر یہ ممکن نہ ہوتا کہ میں اس کمیٹی میں کامیابی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھا سکتا۔

جناب والا! اسی طرح مختلف قوانین کے حوالے سے مجھے مختلف ساتھیوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا مثلاً ہمارا Competition Commission of Pakistan, Banking Ordinance, State Bank and FBR ہماری کوشش رہی اور میں سمجھتا ہوں کہ ان ایوانوں میں almost 20 years رہنے کے بعد ہمیشہ ہماری approach یہ رہی کہ کوئی politics نہیں، کوئی partisanship نہیں، ہم نے ملک کے لیے، عوام کے لیے، قانون اور آئین کی بالادستی کے لیے جو کرنا چاہیے تھا to the best of our honesty and ability جو اللہ تعالیٰ نے صلاحیت دی ہے اس سے کام کیا۔ اس کے نتیجے میں آپ نے دیکھا کہ وہ قوانین with all due respect to the National Assembly جو وہاں سے pass ہو کر آئے تھے، ان میں چودہ چودہ amendments کی گئیں اور جب وہ amendments ہم نے propose کیں اور اپنا rationale دیا، مثلاً FBR Bill or Competition Commission of Pakistan میں تو حکومت نے بھی، وزارت خزانہ نے بھی، FBR ہو، CCP or State Bank ہو، انہوں نے بھی اس کو accept کیا کہ یہ value additions ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا انتہائی مشکور ہوں کہ اس نے ہم سے یہ اچھا کام لیا۔ ہم نے ان قوانین کو amended form میں pass کر کے دوبارہ قومی اسمبلی میں بھیجا اور پھر وہ promulgate ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انجام دیے۔ میں اپنے ساتھیوں کا انتہائی مشکور ہوں جو ان کاموں میں میرے ساتھ تھے۔

جناب والا! I will fail in my duty اگر میں بلوچستان کا ذکر نہ کروں کیونکہ بلوچستان کی بات ہوئی اور بلوچستان کے ساتھیوں نے بالکل بجا کہا، چاہے وہ اکبر بگٹی کا قتل ہو یا معاشی ناانصافی ہو، میں سمجھتا ہوں کہ ماضی کی کمی بیشی کو دور کرنے کا یہ وقت ہے۔ ہمارے سامنے حالات بگڑ رہے ہیں، اس ایوان میں being symbol of the federation of Pakistan جہاں چاروں اکائیوں کی نمائندگی ہے، اب 18th Amendment کے ذریعے minorities کی چاروں صوبوں سے بھی نمائندگی آئے گی، اس کی ذمہ داری ہے کہ یہ اپنا فعال کردار ادا کرے کہ پاکستان کے وہ صوبے جہاں پچھلی دہائیوں میں کمی رہ گئی ہے، اسے پورا کیا جائے۔

جناب والا! صرف بات کرنے سے بات نہیں بنتی۔ انیس سالوں کا جو NFC Award ہوا، اُس وقت اس ایوان سے شوکت ترین صاحب تھے اور میں پنجاب کے behalf پر involved تھا، not from the House لیکن میں sitting Senator تھا۔ چاروں Chief Ministers گواہ ہیں اور وہ public record پر ہے کہ ہم نے ایک سو بارہ formulas بنائے کہ سب سے پہلے بلوچستان کی ضروریات کو calculate کیا اور ان کی minimum requirement increased from 63 billion سے 85 billion روپے کا package لاہور میں تیار ہوا، وہاں چاروں Chief Ministers موجود تھے۔ میں نے پنجاب کو convince کیا کہ آپ بلوچستان کے بھائیوں کو ساتھ رکھنے کے لیے گیارہ ارب روپے کی قربانی دیں۔ پنجاب نے اپنے share سے بلوچستان کے لیے وہ قربانی دی اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک اچھا قدم تھا، ہم سب کو سوچنا ہے کہ بلوچستان کی محرومیاں، چاہے وہ معاشی ہوں، معاشرتی ہوں اور خصوصاً ان کے جو لیڈران کو قتل کیا گیا، ہم جب تک ان کا حساب نہیں کریں گے تو اس وقت تک ہم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح نہیں نبھا سکتے۔ ان کی خوشی کے لیے ہمیں وہ تمام اقدامات کرنے چاہییں جو کہ بلوچستان کے عوام کے مسائل کو دور کر سکیں، اس وقت یہ سب سے پہلی priority ہونی چاہیے۔

جناب والا! میں نے NFC Award کے حوالے سے عرض کیا۔ اسی طرح ہماری کچھ Sub-Committees میں عوامی مسائل، essential commodities اور دیگر issues پر بھی محترمہ صغریٰ امام صاحبہ، جناب پروفیسر خورشید صاحب، ہارون اختر صاحب سب لوگوں نے بہت کام کیا، it is a collective effort, convener ایک ہوتا ہے اور ایک آدمی کچھ نہیں کر سکتا، it is a collective effort. میں ان تمام ساتھیوں کا جو Sub-Committees میں تھے یا میرے ساتھ main Committee میں تھے، جنہوں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور بہترین طریقے سے guide کیا، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم نے اپنا ایجنڈا مکمل کیا۔

جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ آپ نے ہمارے institutional strengthening کے حوالے سے meetings کیں کہ ہم سینیٹ کو institutional, legislative strengthening and other issues کے حوالے سے کیسے بہتر کر سکتے ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اس میں ڈاکٹر سعیدہ اقبال صاحبہ نے میرے ساتھ کام کیا، میں ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے جو efforts کیں اور وہ آپ کے حوالے ہوئی، وہ ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے ہم سے سرانجام دلائی۔

جناب چیئرمین! rules کے حوالے سے آپ کو credit جائے گا کہ چوبیس سالوں کے بعد ہم نے پچھلے چند دنوں میں سینیٹ کے Rules of Procedure and Conduct of Business کو تبدیل کیا ہے۔ ہم نے اس میں جو amendments دیں، آپ کو، طاہر مشہدی صاحب کو اور سب لوگوں کو اس کا credit جاتا ہے کہ تمام نے انہیں open mind سے سنا، خصوصاً میری اور پروفیسر خورشید صاحب کی amendments کو سنا۔ ہم 2003–2006 کے تجربے کی بنیاد پر ان میں corrections کر رہے تھے۔ 2003–2006 میں جب اس Opposition divide کو Chairmanships سے محروم رکھا گیا، اب کوئی آنے والا چیئرمین ان کو محروم نہیں رکھ سکے گا۔ اب rules میں ہے کہ چیئرمین کو پارٹی کی position کے حوالے سے proportionately Committees دینی ہوں گی، چاہے یہ چیز انہیں پسند ہو یا نہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کی اس طرح کی value additions کو ہم کرتے رہیں، یہ ہمارا کام ہے۔ میں اس معاملے میں آپ کا دوبارہ مشکور ہوں۔

جناب چیئرمین! ڈپٹی چیئرمین صاحب کی ایک بہت خوش مزاج personality ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے آپ کی غیر موجودگی میں جب بھی انہیں یہ ذمہ داری ملی، بہترین طریقے کے ساتھ اس ایوان کو چلایا، ایک humorous atmosphere رکھا۔ لوگوں کو bore نہیں ہونے دیا۔ میں نے بھی ان کو enjoy کیا کیونکہ وہ میرے ساتھ کام کر چکے ہیں، جب میں Finance Minister تھا تو he was Chief Minister of Balochistan, I knew that he was a very good choice, when he was elected as Deputy Chairman, Senate. میں ان کی تمام contributions کو دل کی گہرائیوں سے acknowledge کرتا ہوں۔ Leader of the House کے حوالے سے بخاری صاحب ایک مثبت انداز سے بردباری اور خلوص نیت کے ساتھ سب کو ساتھ لے کر چلے اور آپ نے دیکھا کہ Judges Committee یا House ہو، ان کی خدمات اور unique performances ہیں۔ میں دل کی گہرائیوں سے اس کو acknowledge کرتا ہوں اور ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین! جہاں تک Parliamentary Committee on National Security کا تعلق ہے، یہ ایک مسئلہ ہے اور اس کا ہم سب کو پتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک foreign dignitary پاکستان میں آئی اور Prime Minister House میں ان کا کھانا تھا، میں اس وقت Federal Minister تھا۔ جب وہ speech کرنے لگی تو ان کو کہا گیا کہ پاکستان کے جو تین

top issues ہیں، وہ بتائیں کہ آپ کی نظر میں وہ تین problems کیا ہیں۔ انہوں نے تقریر کرتے ہوئے audience سے کہا کہ I have been asked to tell the top three problems that Pakistan faces; these are implementation, implementation and implementation. اس سلسلے میں ہمارا بڑا weak track record ہے، ہم issues diagnose کر لیتے ہیں، اچھے منصوبے بھی بنا لیتے ہیں، recommendations بڑی اچھی بنا لیتے ہیں لیکن جب ان پر عملدرآمد کی بات ہوتی ہے، چاہے وہ security and terrorism یا آغاز حقوق بلوچستان کے حوالے سے یا کسی اور طریقے سے ہو، بد قسمتی سے ہم اس میں اپنا فعال کردار نہیں ادا کر سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کے ساتھیوں نے بڑی اچھی تجاویز دی ہیں اور خاص طور پر کلثوم پروین صاحبہ، ریحانہ یحییٰ بلوچ صاحبہ اور ثریا امیرالدین صاحبہ نے خواتین اور بلوچستان کے حوالے سے جو تجاویز دی ہیں، میرے نزدیک وہ بہت اہم ہیں۔ Relevant Committees کو چاہیے کہ وہ اس کا notice لیں۔

جناب چیئرمین! Senate elections میں horse trading کی بات ہوئی، یہ House جو symbol of federation ہے، یہاں پر بیٹھے ہوئے ساتھیوں اور خصوصاً سب parties کی ذمہ داری ہے کہ please ایسا کوئی system evolve کریں کہ یہ جو بولیاں لگتی ہیں یہ بند ہوں۔ میرا دل اور ضمیر مطمئن ہے، ہم نے پنجاب میں محنت کر کے 2006 and 2009 میں ہر ایک کو judicious, equitable اور انصاف سے ان کا حق دلوایا اور دو elections unopposed بھی ہوئے۔ 2012 میں hat trick ہوتی لیکن اس مرتبہ unfortunately ایک fopa ہوا ورنہ آپ کو پنجاب میں اللہ کے فضل و کرم سے خرید و فروخت کی کوئی مثال نہیں ملے گی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم باقی صوبوں کی بھی مدد کریں اور کوئی ایسا innovative system out of the box اس کا کوئی حل نکالیں۔ جب یہ news دنیا میں جاتی ہے کہ ایک ارب روپے خرچ کر کے اس House میں چار Senators لائے جا سکتے ہیں تو دنیا میں لوگ کیا سوچتے ہوں گے اور یہ ہمارے لیے شرم کا مقام ہے۔ آپ کی موجودہ leadership میں یا اگر آپ نے give up کر دیا ہے تو آپ کے successors کی leadership میں اگلے تین سال میں ہمیں ایسا innovative, out of the box ایک حل نکالنا چاہیے کہ اس قسم کی news ختم ہوں۔

جناب چیئرمین: اب conclude کر لیجیے کیونکہ کافی speakers باقی ہیں اور آج جمعہ بھی ہے۔

Senator Mohammad Ishaq Dar: I will be over in next few minutes.

Mr. Chairman: Two minutes only.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: دو منٹ نہیں جناب! تین، چار منٹ۔ میں آج کوئی دل آزاری والی اور negative بات نہیں کرنا چاہتا لیکن Mr. Chairman, I will fail in my duty if I do not recognize and thank all those 24 honourable Senators of this House who proposed me last year in May, 2011 as their candidate for the Leader of the Opposition. I would not go into the controversy that this House had seen those three days when you heard the debate. Again I apologize from those Senators who felt very strong that the issue should be taken to the court of law but I took a conscious decision, I convinced them کہ اس House کے فیصلے یہاں پر ہی ہونے چاہییں۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اپنے معاملات باہر نہ لے کر جائیں اور اسی spirit کے ساتھ اگر اس process میں آپ سمیت کسی کی دل آزاری ہوئی ہو تو میں اس کی معذرت چاہتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے عرض کی کہ legal طریقے سے even today, I am very sure that my position, my case was very strong but I thought we must not go to another outside forum. ہمارے گھر کا معاملہ ہمارے گھر میں ہی حل ہونا چاہیے۔ اس process میں اگر کسی کی دل آزاری ہوئی ہو تو میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں اور اپنے ان 24 ساتھیوں کا مشکور ہوں جنھوں نے اس وقت مجھے بھرپور support کیا اور تعاون کیا۔

جناب! ہمارے جانے والے بھائیوں، بہنوں اور colleagues کی اتنی بڑی contribution ہے کہ اگلے تین سال کا tenure is great challenge and Mr. Chairman, country is facing very serious challenges. بڑی اچھی بات ہے، اچھی چیز کو recognize کرنا اور اپنے flaws کو دیکھنا یہ ایک Islamic tradition ہے لیکن right now our country is passing through serious challenges. We will be

failing in our duties, if we are not conscious that what we should be doing under the current circumstances. There are economic, security and sovereignty challenges and there are also challenges of good governance, transparency and corruption. Sir, all these issues are directly linked with public issues. جناب! ہمارے ہاں مہنگائی یا public debt ہو جس کے بارے میں ہارون صاحب نے بڑی تفصیل سے بات کی we are passing through serious macro economic imbalances. ہم جب تک ان کو fix نہیں کریں گے they are never easy, they are always painful لیکن جتنے ملک ہیں، ترکی کو دیکھیں there was 60%, 70% inflation, there was huge debt but look at them today, they are one of the robust economies. They have brought their deficit to single digit. Their public debt is now contained with political will and honesty of purpose. If we all rise above party politics, if we all join together, I am sure the problems what the country is facing with reference to poverty, unemployment, enforcement of fundamental rights, missing persons, energy crisis, water crisis management, state enterprises losses, sir, if we work together we can overcome these and we have proved it. لوگ یہ نہ کہیں کہ جہاں political مسئلہ ہوتا ہے یا اٹھائیں parliamentarians. بہن، بھائیوں کو بچانا ہوتا ہے، ہم نے چاہے اس کو expand کر دیا، اس وقت تو we can rise to the occasion and we can find a solution out of the box لیکن جہاں عوامی مسائل ہیں، جہاں national challenges ہیں، ان پر اس وقت ہم سوئے رہتے ہیں۔ جناب! with these words, I once again thank you and I whole heartedly thank the former Secretary of the Senate Raja Amin موجودہ سیکرٹری سینیٹ جناب افتخار اللہ بابر صاحب، ان کا تمام staff میں ایک ایک کا نام لوں کہ right from grade one to grade 22 all have really performed very well. I wish that in the coming tenure we should try to deal with all

these serious challenges which are being faced by the country and deal with peoples issues. Thank you very much.

جناب چیئرمین: Resolution لے آئیے۔

Resolution to Condemn Terrorist Activities in Khyber Pakhtunkhwa

سینیٹر حاجی محمد عدیل: آپ کی اجازت سے ایک قرارداد پیش کرنا چاہتا ہوں۔

"یہ ایوان خیبر پختونخوا میں ہونے والی عوامی تقریبات، جلسوں، عبادت گاہوں میں دہشت گردی کے ہونے والے واقعات کی شدت سے مذمت کرتا ہے۔ گزشتہ دنوں نوشہرہ میں ANP کے جلسے کے فوراً بعد ایک دھماکا ہوا جس سے کئی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اور درجنوں لوگ زخمی ہوئے۔ اسی طرح گزشتہ دنوں جناب آفتاب شیرپاؤ صاحب کی گاڑی پر ان کے جلسے کے فوراً بعد حملہ ہوا جس سے پولیس کے افراد شہید اور کافی لوگ زخمی ہوئے۔ چند ہفتے پہلے صوابی میں ایک جلسے کے بعد پولیس کی گاڑی پر ایک خود کش حملہ ہوا جس سے کافی لوگ شہید اور بیسیوں زخمی ہوئے۔ ہم ان تمام واقعات کی شدت سے مذمت کرتے ہیں۔"

Mr. Chairman: This is a consensus resolution. As it is a consensus resolution, it stands passed by the Senate. Copy thereof should be forwarded to the concerned. Tariq Azim *Sahib*.

Farewell Address of Outgoing Senators

Senator Tariq Azim Khan: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Mr. Chairman, to bid farewell is always a hard thing to do and a very sad event by very nature. It is even harder when you have to say farewell to so many friends on both sides of isles. Mr. Chairman, after nine long years, five on the Treasury Benches and four on the Opposition Benches, I consider myself very lucky to have been given a chance to work with all of my friends and learn from such and so many illustrious people who have adorned this chamber for all these years.

Mr. Chairman, all of us came here with many ambitions but above all one single mission, a common objective that is to serve our nation, this great country of ours Pakistan. In whatever capacity, whatever way, whenever possible and the history and time will tell whether we succeeded in achieving our ambitions and goals or not. As we leave here today sir, this noble cause and mission of ours should always stay with us. We were fortunate indeed Mr. Chairman, that we were given this chance to work for the good of our society and with those who were fortunate like us.

Mr. Chairman, past nine years have seen many historical events unfold, one such event saw a controlled democracy to transform itself into full−fledged democracy as we see it today. Mr. Chairman, interestingly the Upper House has shared three Prime Ministers; one came in as a Senator, went to the other House and became the Prime Minister. The other became the Prime Minister and came into this House and became a Senator, he is still with us and yet one more shared this upper Chair with you and became the Caretaker Prime Minister and lets not forget another Senator who got elected as the President of Pakistan. He is still the President of Pakistan today. And yet we may see another event unfold soon who knows and Mr. Chairman, while on the subject, may I say on a serious note that isn't it time that we ask ourselves that why can't we have a Prime Minister from either House as we do indeed in the largest democracy of the world in India where Rajia Sabha can also nominate a member for the post of the Prime Minister. Sir, although in India all the people in Rajia Sabha are not elected, some are nominated.

As it has been suggested by my fellow Senators isn't it a time that we should have direct elections for Senate too, may be on proportional representation basis as has been suggested by

Senator Professor Khurshid *sahib* that this might cut out this evil habit and nasty tradition that we have seen recently in the elections of the Senate. Mr. Chairman, isn't it time that we were accorded a rightful place in the legislation process, why can't Money Bills be originated from this House too. We have a tradition of electing technocrats, who have specialist knowledge of their subject and have got hundreds of years of experience behind them. Why is it that we can use their expertise and they can be serving on committees such as Public Accounts Committee of the Parliament. Similarly Chairman of this House specially the Chairman of the Defence Committee and the Foreign Affairs Committee, I suggest that they should be able to serve on the National Security Committee of the Parliament. Nothing can illustrate this more then the recent events when we had 18th, 19th and 20th Amendments and it was the result of the hard work put in mainly by the Senators over the years, Mr. Chairman, so much good work has been done by so many and I did not take just few names, just in case I miss few of them and I don't want to do that.

Mr. Chairman, finally we will have to leave this House with saddened hearts but guided by verses of the Holy Quran above us and under the grace of our great leader Quid–i–Azam Mohammad Ali Jinnah, we should pledge that we will carry out the mission for which we came into this House and work even harder still to accomplish it. Mr. Chairman, I do hope that it will not be a case of out of sight, out of mind. We will not forget the experience that we have shared together. Mr. Chairman, finally farewell need not be goodbyes forever and therefore, I will not say goodbye but just a few words to say Allah Hafiz we will meet again. Thank you very much.

Mr. Chairman: Thank you. Mandokhel *sahib*.

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے Senate کی farewell sitting میں مجھے اپنے معروضات پیش کرنے کا موقع دیا، یہاں پر جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے، میں بھی وہی طریقہ کار اختیار کروں گا۔ جناب! پہلی بات یہ ہے کہ میں سینیٹ کے تمام افسران اور دوسرے دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بہت اچھے انداز میں ہم سے deal کیا، مجھے سینیٹ کے تمام staff سے بلکہ Parliament کے staff سے ان کی کارکردگی کے بارے میں کوئی شکوہ نہیں ہے۔ جناب! اس کے ساتھ ساتھ آپ کا، ڈپٹی چیئرمین اور دوسرے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان سے بھی مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے اور دیگر متعلقہ لوگوں سے بھی کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میں قومی اسمبلی کی Speaker اور ان کے عملے کا مشکور ہوں کہ جب Joint Session ہوتا تھا، اس میں انہوں نے ہم سے بڑی اچھی طرح deal کیا۔ جناب! وقت کا مسئلہ ہے، کہتے ہیں کہ "art is long the time is fleeting" پیچیدہ صورحال ہے، ملک کی مجموعی سیاست، معیشت اور سماجی values یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ ہمیں ایسے اجلاس میں کم از کم ان کی نشاندہی ضرور کرنی چاہیے۔ میں time کی کمی کی وجہ سے اپنے دوستوں کے بہت سے نکات کی حمایت کرتا ہوں اور ان کو endorse کرتا ہوں۔ جن چیزوں پر اختلاف ہو تو ہمارے لیے یہاں پر بہت اچھا اصول بنا کہ اختلاف کا نقطہ نظر بھی ہو اور اس پر بھی بحث ہو اور پھر consensus or majority سے democratic فیصلہ ہو۔

جناب والا! جب پاکستان بنا تو اس میں بنیادی بات constituent Assembly کی تھی، پاکستان کی constituent Assembly کی ذمہ داری تھی کہ وہ ملک کو آئین دے، یہ اس کی بنیادی بات تھی اور اس کے ساتھ constituent Assembly کی independent act کے تحت اس کی formation تھی اور اس نے federating units بنانے تھے۔ اس میں federating units خیبر پختونخوا، British Balochistan، سندھ، پنجاب اور بنگال تھے۔ یہ وہ units تھے جنہوں نے پاکستان کو بنایا، یہ بنیادی بات ہے۔ یہ آئین کی بنیاد ہے لیکن آپ کو اس کی history معلوم ہے، آئینی اور سیاسی تاریخ ایسی ہے کہ اس constituent Assembly نے پہلے جو فارمولے بنائے، وہ فارمولے رد ہوئے اور اس کے بعد one unit بنا۔ اس کے بعد ایوب خان کا مارشل لا لگا، اس کے بعد

62 کا آئین بنا اور پھر جناب والا! ہمارے ملک کو دو لخت کیا گیا۔ جناب والا! اس کے بعد 73 کا Constitution بنا، 73 کے Constitution پر ہمارے بہت سے اختلافات تھے لیکن اس کے باوجود ملک کو ایک آئین دینے کے حوالے سے اس کو قبول کیا گیا، اس میں دوسری چیزوں کے علاوہ صوبائی خودمختاری نہیں تھی۔ یہاں پر پشتونdiscrimination کا شکار رہے جو آئین دراصل بننا تھا، اس کو نہیں بنایا گیا۔ 73 کا آئین ایک کمزور قسم کا آئین تھا، پھر جنرل ضیاء الحق نے مارشل لا کا بہانہ بنا کر اس کو بوٹوں تلے روند دیا۔

یہاں پر ہمارے دوستوں نے جو کچھ کہا، میں بھی اس کی نشان دہی کروں گا، اس حوالے سے پشتون قوم کی ایک تاریخ ہے، باچا خان، خان شہید عظمت خان اچکزئی اور دوسرے بڑے بڑے قد آور لوگوں نے فیڈرل پاکستان، democratic پاکستان کے لیے قربانیاں دیں۔ یہاں پہلے دن سے یہی طے تھا کہ یہ ایک democratic پاکستان، پارلیمانی پاکستان اور فیڈرل پاکستان ہوگا۔ آپ history کے حوالے سے دیکھیں گے تو ہماریleadership اور ہمارے کارکنوں نے اس میں بڑا roleادا کیا۔ 1964 میں جب محترمہ فاطمہ candidate بنیں تو ہماری نیشنل عوامی پارٹی نےCOPمیں باقاعدہ ان کے ساتھ کام کیا۔ پاکستان بننے سے پہلے جیسا کہ ڈپٹی چیئرمین صاحب نے نشان دہی کی کہ ہمارے جلسوں پر باقاعدہ تبرزین سے حملہ کیا گیااور لوگوں کو زخمی کیا گیا۔ یہ 1938 کی بات ہے۔ ہماری تحریک نے مجموعی طور پر پاکستان کی جمہوری تحریک بنائی اور جمہوری عمل شروع ہوا لیکن مسلسل مارشل لا، غداری کے لیبل اور دوسرے مظالم کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہمیں پاکستان کے وجود اور بقا کے مسائل کا سامنا ہے۔ یہ اس لیے تھا کہ وہ لوگ آئین نہیں بننے دے رہے تھے اور صرف مارشل لا اور آمریت والے فیصلے کیے جاتے تھے۔

جناب والا! جنرل مشرف کے مارشل لا کے آخری مرحلے کے بارے میں، میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اس میں ملی عوامی پارٹی نے بحیثیت پارٹی حصہ لیا۔ سب سے پہلے ہماری پارٹی نے محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ اور نواز شریف صاحب کو مل کر یہ تجویز دی کہ آپ democratic لوگ جو کہ آمریت اور ایجنسیوں کے ظلم کو پسند نہیں کرتے ان کے ساتھ متفق ہو کر سیاسی طور پر اس مسئلے کو حل کریں۔ اس سلسلے میں لندن کانفرنس ہوئی، وہاں پر متفقہ فیصلے ہوئے، میں ان کی details میں نہیں جاؤں گا۔ اس میں ہم نے APDM کی حیثیت سے الیکشن کا بائیکاٹ کیا لیکن دوسرے دوستوں نے حصہ لیا، بہت اچھا ہوا۔ اس وقت کے حالات نے آخر کار یہ ثابت کیا کہ لوگ مارشل لا کو تسلیم نہیں کرتے،

ایجنسیوں کی طاقت کو تسلیم نہیں کرتے۔ یہ فیصلہ تمام ملک میں ہوا اور ایک عمومی رجحان بنا۔ سیاسی پارٹیوں نے ہمت کر کے ایک joint struggle کی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 2008 کے الیکشن کی بدولت یہ پارلیمنٹ بنی۔ ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ ہم نے اپنی ذمہ داری نبھائی۔ آج 18th, 19th, 20th Amendments پاکستان میں بہت بڑا سیاسی سنگ میل ہے۔ ہم اقتدار میں رہیں یا نہ رہیں لیکن یہ ہمارے ملک کے عوام کے لیے غنیمت ہے کہ یہاں ایک فیڈرل اور parliamentary نظام قائم ہوا۔ میں بحیثیت سینیٹر اس کمیٹی کا ممبر تھا، میں نے اپنی پارٹی کی طرف سے کوشش کی کہ آئین میں reforms ہوں۔

جناب والا! اس تمام عمل میں ہماری پارٹی نے بہت قربانیاں دیں لیکن اس کے باوجود بھی پختونوں کے ساتھ discrimination ہو رہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہاں اتنی بحث ہوئی لیکن کسی نے پختونوں کے مسائل کو touch نہیں کیا۔ خیبر پختونخوا تو بنا، بہت اچھا ہوا لیکن ہمیں انگریز نے British Balochistan میں رکھا تھا اور یہ انگریز کی تقسیم تھی، یہ کوئی جمہوری تحریک نہیں تھی، یہ انگریز کے فیصلے تھے۔ British Balochistan کے شاہی جرگے نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ہم پاکستان کی constitutional Assembly بنانا چاہتے ہیں لیکن آج ان لوگوں کا نام ہی غائب ہے، ان کو کوئی حق نہیں دیا جاتا اور یہ روایت تھی کہ گورنر یا وزیراعلیٰ میں سے ایک پختون ہو گا، ہم اپنی زمین کے مالک ہیں، ہم نے پاکستان بنایا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ دوسروں نے کوئی قصور کیا لیکن ہم نے بنایا۔ اب ہم کو کہاں رکھا گیا ہے۔ یہاں پر چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کے فیصلے ہو رہے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں ہے لیکن مجھے افواہ سننے میں آرہی ہے کہ ڈپٹی چیئرمین ہمارے صوبے بلوچستان سے لیا جائے گا۔ بلوچستان کا ایک مسئلہ ہے اور واقعی بلوچستان کا اپنا مسئلہ ہے لیکن پختون کے بارے میں انہوں نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے کچھ پتا نہیں۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ ڈپٹی چیئرمین ہو گا بلوچستان سے لیکن کوئی اور نہیں ہو گا، صرف بلوچ ہو گا۔ آپ کیا کر رہے ہیں۔ تمام پارلیمانی پارٹیاں خاموش ہیں، پھر ہم ایک دوسرے کے ساتھ کیسے بیٹھ سکیں گے؟ کہا یہ جا رہا ہے کہ ابھی مسئلہ ہے، ٹھیک ہے مسئلہ ہے لیکن ہماری کیا position ہے؟ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ ہم پختون کیوں پرامن رہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس نے گولی چلائی وہ مسئلہ ہے اور جس نے گولی نہیں چلائی، جمہوری طور پر تحریر و تقریر سے کام کیا وہ گناہگار ہے۔ جتنے بھی آئینی اعلیٰ عہدوں کے فیصلے ہو رہے ہیں اس میں پختونوں کا نام تک نہیں لیا جاتا۔ میں ڈار صاحب کا بہت احترام کرتا ہوں۔ انہوں نے آئین کی reforms میں بڑا role ادا کیا، وہ جانتے ہیں کہ مشاہد حسین کمیشن میں

اور ہماری recommendation 11^{th} میں واضح طور پر درج ہے کہ پختون بلوچ برابر ہیں، 11^{th} recommendation 30th March کو دستخط ہوئی لیکن آپ عملاً دیکھیں تو ایسا نہیں ہے۔ کیا آپ پختون کو challenge کر رہے ہیں کہ خوامخواہ گولی چلاؤ، ورنہ تمہیں مار دیا جائے گا یا تمہیں اقتدار سے بے دخل کیا جائے گا۔ جناب والا! یہ وہ document ہے جس میں شاہی جرگے کے لوگوں کے نام ہیں اور دیکھیں کہ وہ کون ہیں۔

جناب چیئرمین: مجھے دے دیجیے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: اس کے ساتھ یہ مشاہد حسین کمیٹی کی سفارش نمبر 15، Parliamentary Committee for Reforms of the Constitution ہے۔ جناب والا! میں اس کو ریکارڈ کا حصہ بناؤں گا۔ آپ مہربانی کریں۔ یہ ہماری عرض ہے۔ ابھی ایسے ہی کہتے ہیں کہ صوبوں کا مسئلہ ہے۔ آپ بڑے بڑے لیڈروں سے پوچھیں کہ کیا کراچی میں آپ گورنر صاحب کو تبدیل کر سکتے ہیں؟ جب آپ گورنر صاحب کو تبدیل کریں گے تو کل لاشیں گرنی شروع ہو جائیں گی۔ دوسری جگہ بھی ایسی ہی بات ہے لیکن ہم اس سے محروم ہیں، ہمیں چیلنج کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور پہلو بھی ہے۔ جناب والا! ہمارے ملک میں بہت سے مسائل ہیں جو ہمارے معزز ممبران نے بیان کیے اور بہت صحیح طریقے سے بیان کیے لیکن اس وقت ہمارے لیے سب سے اہم مسئلہ دہشت گردی کا ہے۔ ہم نے اس ایوان میں ایسا طریقہ استعمال کیا کہ جیسے یہ کچھ مسئلہ ہے ہی نہیں لیکن یہاں دہشت گردی کا مسئلہ ہے۔ اس کی تفصیل میں ہم نہیں جائیں گے۔ تیس سالوں میں کیا ہوا۔ کیا افغانستان نے اپنا فیصلہ کیا۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان جمعہ سنائی دی)

(Pause)

جناب چیئرمین: جی مندوخیل صاحب! آپ جلدی conclude کیجیے پھر نماز کا وقت ہو جائے گا۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اس وقت ہماری تمام مشکلات میں سے ایک اہم مسئلہ دہشت گردی کا ہے۔ اس کا پس منظر کیا ہے یہ سب کو معلوم ہے۔ جب افغانستان میں تبدیلی آئی تو تمام دنیا کے imperialist ممالک نے مداخلت کی اور یہ عمل جاری رہا۔ اس دوران تمام دنیا کے وسائل کے ذریعے لوگوں کو تربیت دی گئی، اسلحے کے ذریعے۔ جب

جنگ کا ایک مرحلہ ختم ہوا تو اس کے بعد وہاں پر عرب اور دوسرے لوگوں کی حکومت قائم کی گئی لیکن کن معنوں میں یہ الگ بات ہے، باہر سے ان عرب اور دیگر لوگوں کو بلایا گیا بظاہر ان کو مہمانوں کا نام دیا گیا جو اسلام کے لیے کام کر رہے ہیں، ساتھ ہی درمیان میں اپنے قبضے کے لیے انہوں نے کام شروع کردیا۔ انہوں نے اپنا قبضہ بنانا تھا وہ بنالیا۔ اس حوالے سے جو پھر 9/11 کا واقعہ ہوا اس کے بعد وہ تمام لوگ جو وہاں تھے وہ ہمارے ملک میں آ گئے۔ اب مہمان کی شکل میں آئے اور گھر کے مالک بن گئے، مشکلات میں پھنسے ہوئے ہم پشتون ان کے میزبان بن گئے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ پشتون بڑے مہمان نواز ہیں لیکن یہاں پر آکر وہ لوگ مالک بن گئے۔ آپ ذرا دہشت گردی کی تاریخ دیکھیں 05-2004 میں target killings کتنی ہوئیں۔ آج کا جو ہمارا فاٹا ہے اس کے تمام عمائدین، مشران اور دوسرے لوگوں کو باقاعدہ target killings سے مارا گیا۔ فاٹا کے بے گناہ ہزاروں لوگ اس جنگ میں مارے گئے۔

جناب چیئرمین: چلیں conclude کریں۔ نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ دو منٹ میں ختم کریں۔ میں نے تو آپ کو اس لیے وقت دیا کہ آپ شکریہ ادا کریں لیکن آپ نے تقریر شروع کردی ہے۔ جی جلدی کیجیے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! عرض یہ ہے کہ اس دہشت گردی کی وجہ سے تمام لوگوں کو یرغمال بنایا گیا اور آج بھی لوگ یرغمال بنے ہوئے ہیں۔ میں اتنا عرض کروں گا کہ اگر واقعی ہم نے اپنے ملک کو بچانا ہے تو اس دہشت گردی کو ختم کرنا ہوگا۔ ہمارے ملک کے بڑے فیصلے وہ عناصر جو دہشت گرد ہیں، چاہے وہ سامنے ہیں یا beyond ہیں، وہ کرتے ہیں۔ آپ نے ایبٹ آباد کا واقعہ بھی دیکھا کیسے ایک شخص آیا اور یہاں چھ سال رہا اور آخر میں دوسروں کو یہ موقع دیا گیا کہ وہ وہاں آکر حملہ کریں۔

جناب چیئرمین: چلیں ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ مندوخیل صاحب! آپ پوری تقریر کر رہے ہیں اور بھی ممبران ہیں جنہوں نے بولنا ہے پھر نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ فیصلہ ہوا تھا کہ سب اراکین پانچ پانچ منٹ میں ختم کریں گے۔ یہ سب چیزیں اتنے دنوں سے ہو چکی ہیں اور پھر آپ ان کو دہرا رہے ہیں۔ جی جلدی ختم کریں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: میں conclude کر رہا ہوں۔ آپ مہربانی کریں دو منٹ میں ختم کرتا ہوں۔ ہماری پارلیمنٹ نے فیصلہ کیا کہ ہم دہشت گردی کا شکار ہیں اور اس کا خاتمہ ہونا چاہیے لیکن عملاً دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ اسی لیے ہم hostage بنے ہوئے ہیں ان کی پالیسیوں کی وجہ سے۔ یہ جو عرب اور دیگر عناصر یہاں آئے ہیں مہربانی کرکے ان سے جان چھڑائیں۔ ابھی ہم نے قرارداد منظور کی ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ کون لوگ ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جو یہ کام کر رہے ہیں۔ ان کے خلاف جب تک محاذ نہیں بنے گا تو کبھی بھی پاکستان مشکلات سے محفوظ نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے فاٹا کے بارے میں ہماری پارٹی کے لیڈر محمود اچکزئی نے ایک مضمون لکھا ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: محترم چیئرمین صاحب! میں آپ کا مشکور ہوں۔ میں کل بات کرنا چاہتا تھا لیکن موقع نہیں ملا۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! مجبوری ہوگئی اس لیے آپ کو ذرا دیر ہوگئی۔ جی۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: کل خواتین کا عالمی دن تھا اور میں اس پر بات کرنا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین: آپ خود چلے گئے تھے۔ میں نے تو آپ سے request کی تھی مگر آپ کو ضروری کام تھا۔ جی۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں اس پر بھی بات کروں گا آپ مجھے موقع دیجیئے۔ جناب چیئرمین! میں یہ کہوں گا کہ:

"وجود زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ"

ہمارا مذہب بھی خواتین کو برابری کا درجہ دیتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ تم ان کے لباس ہو اور وہ تمہارا لباس ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے آخری خطبے میں بھی یہ تھا کہ آپ ان کا خیال رکھیں اور وہ آپ کا خیال رکھیں لیکن مجھے آج بھی دکھ ہوتا ہے۔ ہم نے اس ایوان میں بہت سارے ایسے قوانین منظور کیے ہیں جن میں عورتوں پر جو زیادتی ہوتی ہے اس کے حوالے سے اور انسانوں سے جو زیادتی ہوتی ہے اس حوالے سے لیکن میں نے اس پوری پارلیمنٹ میں اس خاتون کی تصویر نہیں دیکھی جس کو ہم مادر ملت کہتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میرا مسلم لیگ سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن مادر ملت سے میرا اس دن تعلق ہوا جس دن وہ ایک ڈکٹیٹر کے خلاف الیکشن میں کھڑی ہوئیں اور ایوب خان کے خلاف انہوں نے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے یہ کہا کہ اگر خان عبدالولی خان، رہبر تحریک باچا خان (مرحوم) مجھے کہیں تو میں اپنی الیکشن campaign کی ابتدا پشاور سے کروں گی۔ اس دور ظلم کے خلاف ان کا نشان لالٹین تھا اور عوامی نیشنل پارٹی کا انتخابی نشان بھی لالٹین ہے جو ہم نے ان سے ہی لیا تھا لیکن مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اگر پاکستان میں آپ آمریت تقسیم کریں تو ایک طرف ایوب خان اور اس کی مارشل لائی حکومت، اس کے جماعتی اور غیر جماعتی انتخابات اور اس میں ان کے اتحادی اور ذاتی طور پر مختلف مارشل لاؤں میں مختلف لیڈرز اور ان کی جماعتوں کا اشتراک شامل ہے اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ مارشل لا کے خلاف جنگ لڑی ہے اور جس کی قیادت محترمہ مادر ملت نے کی۔ اگر ہم خواتین کو برابر سمجھتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس خاتون نے اپنے بھائی کو جسے ہم پاکستان کا خالق کہتے ہیں اور پاکستان کی تشکیل اس نے کی ہے اس کو کراچی کی روڈ پر سسک کر مرتے ہوئے دیکھا اور اس وقت کی حکومت نے کچھ نہ کیا اور وہ اس وقت لیاقت علی خان کی حکومت کے رویے کو observe کرتی رہی جس میں دولتانہ، قیوم خان اور کھوڑو اور نہ جانے کون کون شامل تھے۔ پھر جب مارشل لا آیا تو وہ خاتون اٹھی۔ جناب چیئرمین! میں کل یہی کہنا چاہتا تھا کہ آخر کیوں مجھے اس پوری پارلیمنٹ میں محترمہ فاطمہ جناح، مادر ملت کی تصویر نظر نہیں آرہی ہے۔

جناب چیئرمین! چونکہ یہ تین سال کے عرصے کا اختتامی اجلاس ہے۔ اس لیے اگر زندگی رہی تو میں مزید تین سال کسی نہ کسی کو تنگ کرتا رہوں گا۔ اگر آپ چیئرمین رہے تو یقیناً آپ سے تعلق رہے گا اور اگر آپ ہمارے ساتھ آگئے تو پھر بھی آپ سے تعلق رہے گا۔

جناب چیئرمین: پھر آپ مجھے تنگ نہیں کریں گے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: پھر ہم مل کر کسی کو تنگ کریں گے۔

جناب چیئرمین: نہیں، میں لوگوں کو تنگ نہیں کرتا۔ حاجی صاحب! میری nature میں ہی نہیں کہ میں لوگوں کو تنگ کروں اور نہ یہ میں نے سیکھا ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: آپ کے ساتھ میرا جو رویہ رہا ہے اس میں ترشی بھی تھی اور مٹھاس بھی، کھٹا بھی تھا اور میٹھا بھی۔ جہانگیر بدر صاحب کہہ رہے تھے کہ وہ تین سال آپ سے

چائے، کافی پیتے رہے ہیں۔ میں ڈھائی سال آپ سے چائے پیتا رہا، میں اعتراف کرتا ہوں، چھ مہینے آپ کم کردیں لیکن یہ ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ سفر بھی کیا ہے لیکن بڑے discipline میں کیا ہے۔ میری خوشی قسمتی ہے کہ میں نے جمالی صاحب کے ساتھ بھی ایک سفر کیا ہے۔وہ بڑا کھلا سفر تھا اور ہم نے ہنستے کھیلتے وہ سفر کیا۔آپ کی تو تعریف میں کر چکا لیکن جمالی صاحب کی بھی تعریف کروں گا۔ جمالی صاحب کے ساتھ بڑا اچھا وقت گزرا۔ میرے پاس چونکہ وقت نہیں ہے اس لیے میں مختصراً کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ضرور کیجیے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: ہم نے اس ایوان میں بہت کام کیا۔ اٹھارھویں ترمیم پاس کی اور جبر کے تحت ہم نے انیسویں ترمیم بھی پاس کی اور اس کا نتیجہ آج نکل رہا ہے جس میں ہم نے جوڈیشل کمیشن کی ہیئت کو بدلا۔ آج بار ایسوسی ایشنز اور بار کونسلز اس جوڈیشل کمیشن پر عدم اعتماد کا اظہار کر رہی ہیں۔ پھر ججوں کے لیے جو پارلیمانی کمیٹی بنائی گئی تھی اس کو عدالتوں نے چیلنج کیا۔ اس کے احکامات نہیں مانے اور اس کو طلب کیا گیا۔ اس وقت بھی اگر ڈار صاحب موجود ہیں، میں نے اس انیسویں ترمیم کی مخالفت کی تھی۔ بعد میں ہم نے بیسویں ترمیم پاس کی، وہ بڑی اچھی ہے۔

جناب چیئرمین! ان ترامیم کو پاس کرنے میں ہم نے کافی کام کیا۔مجھے دکھ ہوا ہے کہ میں باوجود کوشش کے کچھ کام کر نہ سکا۔ ایک تو یہ ہے کہ میں اپنی قومی زبانوں کو قومی زبانیں declare نہ کرا سکا،میں ان قومی زبانوں کو پاکستانی زبانیں نہ کہلوا سکا۔ ہمارے آئین میں پنجابی، سندھی، بلوچی، سرائیکی اور پشتو کے لیے کسی قومی زبان یا پاکستانی زبان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دوسری بات جس کے لیے میں نے بڑی کوشش کی کہ میں چاہتا تھا کہ جو آج ہم نے human rights کا ایک بل پاس کیا ہے کہ پاکستان کے تمام شہری برابر ہیں، تو پھر ان شہریوں پر عقیدے کی وجہ سے وزارت عظمیٰ اور صدارت کے دروازے کیوں بند ہیں؟ میں نے کوشش کی تھی کہ آئین میں یہ اصلاح ہو جائے لیکن مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ میں اس میں ناکام رہا ہوں۔ بہر حال! ہمارا ایک اور بھی مسلسل دکھ رہا جس کا ذکر دوستوں نے بھی کیا کہ وزیر اعظم نے اس ایوان کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ آج تو تین وزراء اس وقت اتفاق سے آئے ہوئے ہیں لیکن گزشتہ دن صرف ہمارے اپنے وزیر قانون صاحب یہاں

تشریف رکھتے تھے لیکن عموماً یہ پہلی رو خالی رہتی ہے۔ کاش اگلے تین سالوں میں ایسا نہ ہو اور وزیر اعظم بھی یہاں تشریف لائیں اور وزراء بھی تشریف لائیں۔

میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا ہے اور آپ کی تعریف بھی کی ہے۔ جمالی صاحب موجود نہیں ہیں، چونکہ میرے ساتھی جا رہے ہیں جن میں قاضی اشرف صاحب، طلحہ محمود صاحب پھر واپس آ رہے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالمالک صاحب بھی جا رہے ہیں۔ حقیقتاً میں نے ان سب سے بہت سیکھا ہے اور خصوصاً جنرل صاحب سے بہت سیکھا ہے اور انہوں نے ہمیشہ کمیٹی میں defence کا بہت defence کیا ہے اور Defence Housing Society کا بہت defence کیا ہے۔

Mr. Chairman: Thank you Haji *Sahib.*

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! وقت کم ہے، اذان ہونے والی ہے۔ میرے ساتھ ہمیشہ یہ زیادتی ہوتی ہے۔ میں اپنے تمام ساتھیوں کا جو جا رہے ہیں اور جو آ رہے ہیں، میں فرداً فرداً نام نہیں لے سکتا۔ ہاں پروفیسر خورشید صاحب چلے گئے، میں ان کا بڑا مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے ایک تحفہ دیا ہے، عصائے پیری لیکن وہ شاید میرے لیے عصائے موسیٰ ثابت ہو گی۔ میں وہ کبھی کبھی استعمال کروں گا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جی ظفر علی شاہ صاحب! صرف دو منٹ۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: شکریہ جناب چیئرمین، تقاریر ہو چکی ہیں۔ ایک chapter close ہو رہا ہے اور ایک کھل رہا ہے۔ ہمارے بہت سارے ساتھی جن سے ہم نے بہت کچھ سیکھا وہ جا رہے ہیں اور ان کی باتیں ہمارے دل و دماغ میں رہیں گی۔ ہم ان کو یقین دلاتے ہیں کہ آئندہ بھی ان کے جو تجربے تھے اور ہاؤس کے لیے ان کی جو contributions تھیں اور یہاں پر آئندہ بھی جو law making کے لیے کامیابیاں ہوتی رہیں گی یا democratic system کے لیے یا وفاق کے لیے اس میں ان کی عدم موجودگی میں بھی ان کا حصہ رکھا جائے گا۔ میں ساتھ یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ آنے والے وقت میں اگر کچھ ناکامیاں ہوئیں تو اس میں بھی ان کا برابر کا share رکھا جائے گا۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ اگر وہ اس چار دیواری کے اندر نہیں ہیں تو وہ پاکستان کے سیاسی نظام سے بری الذمہ قرار دے دیئے جائیں گے۔

Mr. Chairman: Thank you.

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! میں صرف دو منٹ لوں گا۔ ہمارے وفاقی نظام میں اس Upper House نے بڑے غیر جمہوری دھکے بھی دیکھے ہیں، غیر جمہوری آندھیاں بھی دیکھی ہیں اور مارشل لا کے تھپیڑے بھی دیکھے ہیں لیکن پاکستان کے سیاسی نظام میں یہ وہ shock absorber ہے جس نے ہمیشہ democracy کو اور سسٹم کو بچانے کے لیے کوشش کی لیکن اس کے باوجود پھر بھی بعض اوقات مارشل لا کے ایسے طوفان آئے جو اس ہاؤس کو بھی بہا کر لے گئے۔ پھر بھی جو سچ ہے وہ سچ ہے۔ جو پوری دنیا کے democratic principles ہیں وہ ہمیشہ حاوی رہے اور اس جمہوری ایوان کے دروازے پھر کھلتے رہے اور تالے ٹوٹتے رہے۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں جناب خورشید صاحب کا اور دیگر دوستوں کا جنہوں نے یہ تجویز دی کہ سینیٹ کے انتخابات بھی direct ہونے چاہییں چاہے proportionate system پر ہوں یا single vote کے اصول پر مبنی ہوں۔ میں یہاں پر مزید بھی کچھ کہوں گا کہ چونکہ ہمارا underdeveloped country ہے اور ہمیں غیر جمہوری طاقتوں سے ہر وقت خدشات رہتے ہیں۔ یہاں پر یہ بھی کہا گیا کہ اس ہاؤس کو بھی Money Bill کی power دی جائے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ تین سو بیالیس نیشنل اسمبلی اور ایک سو چار Upper House کے تمام ممبران کو ملا کر Prime Minister کا اور پارلیمانی نظام کے اس executive کا ایک الیکٹورل کالج بنا دیا جائے جو executive بننے کے باوجود بھی بعض اوقات ہی نہیں بلکہ عموماً کمزور اور لڑکھڑاتا ہوا نظر آتا ہے تاکہ ایک ایسا مضبوط executive وجود میں آسکے۔ جس طرح کہ ہم مضبوط پارلیمان کے خواہش مند ہیں اسی طرح ایک مضبوط executive کے بھی خواہش مند ہیں تاکہ یہ ایک smooth سلسلہ جاری رہ سکے۔

آخر میں جناب چیئرمین! ہم آپ کے بہت مشکور ہیں، آپ کی محبت، آپ کی courtesy اور واقعی اس میں کوئی شک نہیں، میں بہت کم flattery کیا کرتا ہوں کہ واقعی آپ نے کبھی بھی کسی رکن کو بھی، کسی ممبر کو بھی ناراض کرنے کی کوشش نہیں کی، ہمیشہ آپ کی شفقت، محبت، وہ حزب اقتدار ہو یا حزب اختلاف ہو دونوں پر چھائی رہی ورنہ عموماً اس جیسی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا جو کہ حزب اقتدار کے سہارے سے آتے ہیں تو ان کا رویہ کچھ نہ کچھ نظر آجاتا ہے لیکن آپ کا جو یہ تین سالہ دور دیکھا ہے وہ بہت ہی خوبصورت اور محبت والا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جو اہلکار ہیں، میں ہمیشہ یہ کہا کرتا

ہوں کہ یہ پارلیمنٹ کے اندر جو اہلکار ہیں، جن کی وجہ سے یہ House آباد ہے، یہ محلہ آباد ہے اور جنہوں نے بڑے جگادری قسم کے parliamentarians دیکھے ہیں، میں سیکرٹری سے سارجنٹ ایٹ آرمز تک ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور خصوصی طور پر Reporters کو اور دوسرے حضرات کو کہ انہوں نے سیاستدانوں کی ایک تصویر کا رخ بڑی خوبصورتی سے اپنا لیا ہے۔ ان میں محبت ہے، شفقت ہے، courtesy ہے اور انہوں نے دوسرا رخ نہیں اپنایا یعنی سیاست دان کا اکھڑپن، شکر ہے انہوں نے نہیں اپنایا۔ بہرحال ہم اہلکاروں کے بھی، جناب کے بھی اور جانے والے ساتھیوں کے مشکور ہیں اور آنے والے ساتھیوں کو بھی welcome کرتے ہیں۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

Mr. Chairman: Honourable Senators before we conclude the session, I take this opportunity to extend my heartfelt appreciation and a vote of thanks to all of you specially our outgoing Senators for your kind support and cooperation in smoothly conducting the business of this august House during the last three years. Together you have set up such a high benchmark of performance, dedication and hard work that will be hard to match for the newcomers. It is also a collective moment of rejoice and achievement. There were magnanimous challenges, challenges that tested our mettle, strength and cohesion. However, we smoothly sailed through all those testing times by adhering to cardinal principles of reconciliation, harmony and selfless public and national interest. I know that being the Chairman of this august House there were times when I had to take tough and difficult decisions that might not have fared well with some, but I assure you that all along my only intention and objective was to run affairs of this House fairly, equitably, even handedly, honestly, sincerely and in a just manner as per the set rules and regulations and the tested parliamentary traditions. All my actions were based upon good faith and good intentions. I once again thank all of you for your support

and the kind words expressed for me and wish you all the best for your future endeavours. Thank you. Pakistan *paindabad.*

(Desk thumping)

Mr. Chairman: I will now read out the prorogation order received from the President:

> "In exercise of the powers conferred under Clause 1 of Article 54 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I hereby prorogue the Senate Session on the conclusion of the business on 9th of March 2012.
>
> Sd/
>
> Asif Ali Zardari
>
> President of Pakistan"

[The House was then prorogued sine die]